دختر شاہم ولیکن رو بہ فقر آوردہ ام۔
زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النسا ست

حیات زیب النسا

جسمین اس مشہور شاعرہ کی زندگی کے مکمل حالات درج ہین

مولفہ

منشی محمد دین صاحب خلیق مترجم پیسہ اخبار لاہور۔

بفرمائیش

منشی محمد عبد العزیز صاحب منیجر کارخانہ پیسہ اخبار لاہو

تیسری مرتبہ سنہ ۱۹۰۵ء مین

مطبع خادم التعلیم لاہور مین منشی محمد عبد العزیز منیجر کے اہتمام سے چھپی

قیمت فیجلد ۸؍

نذر

بخدمت

جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب جالندھری دام ظلکم

معظمی مکرمی

یہ تو میں بخوبی جانتا ہوں کہ اس ناچیز تالیف کو جناب کے نام نامی کے ساتھ منسوب کرنے میں کسی طرح سے جناب کے اس اعلیٰ درجے کے اعزاز اور شہرت میں جو جناب کو پہلے سے حاصل ہے کسی قسم کی ایزادی نہیں ہو سکتی لیکن اس خیال سے کہ جناب کے نام کے ساتھ ان پریشان اوراق کی عزت ہو جائیگی میں بصد عجز و نیاز اس کتاب کو جناب کے نام پر ڈیڈیکیٹ کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

خاکسار محمد دین خلیق۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ سے تمثیل کا اثر زیادہ ہوتا ہے - اور سوانح عمری لکھنے کی غرض بھی یہی ہوتی ہے - ہمارے ان اوراق کی ہیروئین ایک شاہزادی ہے جو موقع اور آسایش زمانہ اُسکو حاصل تھے - کون اُن تک پہنچ سکتا ہے - تاہم ایک ایسے کیرکٹر کا صفحات قرطاس پر زبان کے لباس میں عوام کے سامنے پیش کرنا کچھہ کم اثر نہیں رکھتا ایک ایسی صاحب کمال عورت کا حال جو اپنے زمانہ میں بلند پروازی اور نازک خیالی کی باعث کچھہ رتبہ اہل علم میں نہ رکھتی تھی نہ صرف زبان کے ذخیرہ واقفیت میں ازدیاد کا باعث ہے بلکہ ملک کی اخلاقی ترقی کے لئے زبردست پایہ رکھتا ہے ؎

اہل مغرب اپنے مشاہیر کی جو کچھہ قدر کرتے اور اُنکی کوششوں کا جو حق انصاف ان سے ادا ہوتا ہے وہ لاریب قابل داد ہے - وہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی قومی عزت کو اِس قابلیت سے رنگ چڑھاتے ہین کہ خواہ مخواہ پبلک سے تحسین کرا لیتے ہین برخلاف اِس کے ہمارے ملک والے اپنے لوگونکی ذرا بھی پرواہ نہین کرتے اور اِن سے اتنا بھی نہین بن پڑتا کہ اُنکی اتنی تو قدر کرین کہ کچھہ دنون اُنکا نام زندہ رہے ؎

زیب النساء بیگم جسکا نام آفتاب کی طرح روشن ہے جسکے اشعار و لطایف

وظائف وغیرہ اکثر شائستہ محافل اور مجالس میں سننے میں آتے ہیں۔
آج سے کوئی دیڑھ سو سال پرے ہندوستان میں مشہور شاعرہ گزری ہے جس
نے اپنی جادو بیانی اور سحر نگاری سے ملک سخن پر سکہ بٹھا دیا تھا۔ اور
ہم عصروں میں عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی سیاح جسکا کلام تحفہ
کے طور پر غیر ممالک میں لیے جاتے تھے اور بڑے فخر سے سناتے تھے
آہ۔ آج عوام اسکے حالات سے ذرا بھی واقفیت نہیں رکھتے بلکہ بعض
تو یہ بھی نہیں جانتے کہ تھی کون اور کس خاندان کا چراغ تھی +
زیب النساء بیگم نے ایشیائی شاعری پر جو جو احسان کیے تھے وہ محتاج
بیان نہیں اسکا دعوا "سکہ پر نقد سخن رائج ایران زدہ ام" قابل تسلیم خیال کیا
تھا۔ اسکے کلام کی زیارت کو پر شوق آنکھیں ترسا کرتی تھیں اور نہ صرف اس
کے پانیکی ہوس میں پھیلے رہا کرتے تھے لیکن ملک نے جو اسکی قدر کی ہے
اظہر من الشمس ہے اس کی ساری عمر کی کمائی اکارت چلی گئی یہانتک کہ سوائے
ایک دیوان کے دوسری تصانیف کا پتہ تک نہیں چلتا۔ اور اگر ایسا ہی
اندھیر مچا رہا تو کچھ شک نہیں کہ اس کا نام بھی مثل دیگر مشاہیر کے صفحہ
ہستی سے مٹجائیگا۔ افسوس! جب ہم اس کے کلام کو لیکر پڑھتے ہیں۔
تو اسکے سحر نما مضامین اس چست اور موثر فقرے اور اسکے جادو بھرے الفاظ
اور اسکے پر درد نغمے دلوں میں نشتر کا کام کر جاتے ہیں اور بے ساختہ زبان
سے نکل جاتا ہے۔ کہ کیا اس کی قسمت میں یہی لکھا تھا کہ عروج شاعری
کی منزل کی سب سے اونچی سیڑھی پر جا چڑھے اور سحر انگیز مضامین
سے دلوں کو گرویدہ کر کے ایسی جگہ آ پڑے کہ نام تک مٹجانے میں
بھی کسر نہ رہے +

زیب النسا بیگم کے بیوگرفی میں سب سے زیادہ قابل غور بات معلوم ہوتی ہے کہ اُسکے چال چلن اور شاعری کی نسبت تمام مورخین کی رائیں بالکل متضاد ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ عورت ہوکر جو رتبہ اُس نے پایا مرد لاکھہ کوشش کرے وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ بعض فرماتے ہیں کہ نہیں وہ معمولی لکھی پڑھی تھی گو شعر بھی کہتی تھی مگر ایسی نہ تھی جیساکہ اُسے مشہور کیا جاتا ہے +

ایک تیسرے کریم النفس اصحاب اور ہیں جو بجائے ہمدردی کے عداوت کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیوان مخفی زیب النساء کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ ایک ایرانی استاد معروف بہ رشتی کا ہے زیادہ تر اسبات پر ہٹ دھرمی کرنے والے کارپردازان مطبع نول کشور ہیں جو بلا سوچے سمجھے اپنے مطبع کے کتابوں کے سرورق پر جب دیگر کتب کا اشتہار لکھتے ہیں تو دیوان مخفی لکھ کر ایزاد کردیا کرتے ہیں کہ +

"یہ کلام ایک ایرانی استاد کا ہے عوام اسے زیب النساء سے منسوب کرتے ہیں یہ غلط ہے"

اورعلیٰ ہذالقیاس دیوان مخفی جو انکے مطبع میں چھپا ہے اُس کے اخیر صفحہ پر لکھا ہے۔

"دریں ایام خجستہ آغاز ہمایوں انجام بلاغت نظام شاعر عالی مقام وسخنگوئی فلک احتشام سرآمد شعرائے نامی صاحب زبان تخلص رشتی معروف بہ دیوان مخفی کہ بسبب مرغوبی کلام تا ہنگام ہزاراں خواستگاری مشتاقان زیور طبع شمس طبع

در لکھنو طبع بگرفتہ بود حالا بہمان سلسلہ بار ہفتم کہ بتحقیق
بار اول است بہ تصحیح بہاالکن آرایش پذیرفتہ آویزہ
گوش روزگار گردید"

مگر شاید انھوں نے اس دیوان کو پڑھا نہیں سنی سنائی باتوں کا تتبع
کر لیا ہے وہ پہلے اپنے ہی مطبع کا چھپا ہوا دیوان لیکر پڑھیں صفحہ چہار دہم
سطر ۲ میں لکھا ہوا ہے +

دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام
زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النسا است

اسکا جواب شاید یہی ہو کہ آیندہ طبع میں اس غزل کو ہی دیوان سے
نکال دینگے

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھکے بولے

ڈاکٹر برنیر جس نے اُس زمانہ میں ہندوستان کا سفر کیا تھا اپنی کتاب
میں اس نامور شاعرہ کی سوانح عمری پر دھبہ لگایا ہے اور ایک جلد باز اور متعصب
مورخ کی طرح اصلی اور سنے سنائے واقعات کو خلط ملط کر کے اُس کے کیرکٹر پر
نکتہ چینیاں کر گیا ہے مگر جس نے اُسکی تاریخ کو نظر انصاف سے دیکھا ہے وہ
اسبات کا قائل ہوگا کہ ڈاکٹر برنیر کی کلام کا بذیان سے زیادہ رتبہ نہیں اور
جو کچھ اُس نے لکھا ہے اُس سے محض تعصب کی بو آتی ہے +

اب ہم چاہتے ہیں کہ بسبیل اختصار زیب النسا بیگم کی زندگی کے عجیب حالات
اور اُس کے مختلف کوائف چال وچلن بیان کریں کیونکہ بڑی چیز اُنکی تصویر

جتنی دور سے لی جائے اُتنی ہی عمدہ اترتی ہے اور نزدیک سے کبھی معلوم ہوتی ہے اس ہیروئین کو دنیا کے تماشہ گاہ سے گئے ہوئے اسقدر عرصہ گزر گیا ہو کہ اُن چند صفحوں کی ترکیب میں اور صحیح واقعات کی تلاش میں جو دقت پیش آئی سے اسکا مرتب ہی بجائے خود اندازہ کرسکتا ہے تاہم جو کچھ فراہم ہوسکا ہے ہدیہ ناظرین ہے

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

ایک ایسی باکمال کی سوانح عمری جسمیں علمی اور اخلاقی درباخوبیاں موجود تھیں اور جس نے اپنے جذبات کی فتح سے علمی دنیا میں ایک ممتاز او نمایاں عزت حاصل کی تھی ملک کی ترقی میں کچھ مدد دینے والی نہیں ہوسکتی دلچسپی واقفیت اور نیز اِن مختلف تحریکوں کے لحاظ سے جو ان صفحات سے ملک کی اخلاقی اور علمی بہبودی پیدا ہونے کی امید ہوسکتی ہے یقین واثق ہو کہ ناظرین ان کو عبور کرکے مرتب کی محنت کا حق انصاف ادا کرینگے +

جی تو نہیں مانتا تھا کہ اس دلچسپ دیباچہ کو یہیں ختم کرتا - خوف طوالت کا بُرا ہو - کرنا ہی پڑا - لیکن - شب آخر آمد و افسانہ از افسانہ مے خیزد و کتاب ناکمل رہی جاتی ہے - اگر میں اپنے محترم دوست منشی غلام محمد صاحب (محکمہ ٹریفک) کا شکریہ ادا کروں - جنکی توجہ اور امداد نے اسکی ترتیب و تکمیل میں وہی کام دیا ہے - جو چمن کو آب یاری سے ہوتا ہے - اور سچ تو یوں ہے کہ صرف میں ہی نہیں بلکہ حجلہ نشین علیین (زیب النساء بیگم) کی روح بھی ساتھ احسنت و مرحبا کہہ رہی ہے +

خاکسار

محمد دین (خلیق)

لاہور ۲۴ - مئی سنہ ۹۹ء

دیباچہ طبع دوم

کسی مصنف یا مولف یا مرتب کے لئے آجکل جیسے ناقدر دان زمانہ میں یہی معراج ہے کہ اُسکی تصنیف یا تالیف کو دوسری بار پریس دیکھنا نصیب ہو۔ یہی اُس کی محنتوں کا صلہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور یہی اُس کے لئے سرمایہ ناز ہے ؎

الحمد للہ کہ مولف حیات زیب النسا کو بھی یہ فخر نصیب ہوا ہے کہ اُسکی ناچیز تالیف کو چھپے ہوئے ابھی پورے دو سال بھی نہیں گذرے تھے کہ اُس کو دوسری بار چھاپنے کی ضرورت پڑی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ ملک نے کس قدر جلد اسکی محنتوں کا صلہ دیا اور کتنا کچھ اُس کی تالیف کی قدر کر کے اُس کی حوصلہ افزائی کی پچھلی بار بہ سبب چند در چند وجوہ کے اس میں بہت سی غلطیاں رہ گئیں تھیں۔ مگر اب کی دفعہ کوشش کی گئی ہے۔ کہ یہ نقص بھی نہ رہے اور جو کچھ مزید حالات دستیاب ہوئے وہ بھی درج کر دئے گئے ہیں ؎

خاکسار

سہارن پور مورخہ ۲۴ جنوری سنہ ۱۹ء

محمد دین (خلیق)

شجرہ خاندان شہزادی زیب النساء بیگم

تیمور گورگانی

ظہیر الدین محمد بابر

ہمایوں — مرزا کامران — مرزا عسکری — مرزا ہندال

حکیم — اکبر — ابراہیم

حسن — حسین — سلیم — مراد — دانیال — جہانگیر

خسرو — پرویز — شاہجہان — جہاندار — شہریار — (دختر) — (دختر)

عالمگیر — دارا شکوہ — شجاع — مراد بخش

سلیمان شکوہ — سپہر شکوہ — جانی بیگم

ایزد بخش — آسایش بیگم — مہر النساء بیگم — دو بلند بیگم

زین العابدین — زین الدین — بلند اختر — دلبند بانو — گلرخ بیگم — خیر النساء بیگم

محمد سلطان — محمد معظم — محمد اعظم — محمد اکبر — کام بخش — زیب النساء بیگم — زینت النساء بیگم — زبدۃ النساء بیگم — بدر النساء بیگم — مہر النساء بیگم

حیات زیب النساء

پیدائش بچپن اور تعلیم

یہ روشن خیال اور عالی دماغ شہزادی شہنشاہ ہندوستان محمد محی الدین عالمگیر اورنگزیب کی بیٹی تھی۔ اسکا اصل نام زیندہ بیگم تھا۔ مگر مشہور زیب النسا بیگم ہے۔ اسکی اور بھی چار بہنیں تھیں جنکے نام بترتیب عمر زیب النسا بیگم۔ زبدۃ النسا بیگم۔ بدر النسا بیگم اور مہر النسا بیگم ہیں۔ مگر یہ سب سے بڑی تھی *

یہ شہزادی ۱۰ شوال سنہ ۱۰۴۸ھ مطابق سنہ ۱۶۳۹ء کو صبح کے چار بجے دختر شاہنواز خاں کے بطن سے پیدا ہوئی۔ شاہی دستور کے مطابق اس کی پرورش شروع ہوئی اور اچھی اچھی شریف زادیاں اس کی خدمت کے لیے مقرر ہوئیں مگر دودھ پلانے پر صرف میا بائی تھی۔ اس کا بچپن نہایت ہی خوبصورت اور لطیف تھا۔ جب تین سال کی تھی تو میا بائی کے پاس بیٹھی ہوئی بڑی توجہ سے قرآن شریف سنا کرتی تھی اور ذرا بھی نہ اکتاتی تھی میا بائی نماز

دو وظائف کی بڑی پابند تھی اور اکثر گھنٹوں مصروف رہتی تھی مگر کیا مجال
جو روئے یا دیگر بچوں کی طرح مچلے گو میا بائی کی حرکات و سکنات کو
ہرگز نہ سمجھتی ہوگی لیکن یہ نظارہ اُسکے دل بہلنے کے لئے کافی ووافی تھا
عالمگیر کو اُس سے بہت محبت تھی اور اسکے طرز و انداز کو دیکھ کر اُس نے
سمجھ لیا تھا کہ یہ ننھی سی طبیعت ضرور کسی دلچسپی کا مادہ اپنے میں رکھتی
ہے۔

زیب النساء جب سوا چار سال کی ہوئی تو ملا جیون (جو شاہی
خاندان کے استاد تھے) بسم اللہ شروع کرائی گئی۔ اِسکا ذہن اس بلا کا
تھا۔ کہ اس نے صرف دو سال اور تین مہینے میں قرآن شریف ختم کرلیا
ابھی آٹھ سال سے کچھ کم ہی کی تھی کہ حافظہ بھی ہوگئی۔ حافظہ ہوجانیکی
خوشی میں اُس کے باپ نے تیس ہزار اشرفیاں اُس پر سے تصدق کیں
اور بہت کچھ خوشیاں منائیں۔ بعدہ اسکو ملا **سعید اشرف بن صالح**
عرف شاہ رستم غازی کا (جو اُس زمانہ میں یگانہ تھے) شاگرد بنایا گیا اور
اُن سے علم فارسی و عربی۔ فقہ اصول کا حصہ حاصل کیا علاوہ ذہن رسا کے
اسکی زبان میں خدا نے اس درجہ کا لوچ دیا تھا کہ جب یہ قرآن پڑھتی تھی تو
سامعین کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے تھے۔

شاعری کے لئے اس کی طبیعت خود بخود ایسی موزوں پیدا ہوئی تھی کہ جو بات
اس کے منہ سے نکلتی تھی مقفے ہوتی تھی۔ شروع شروع میں تو اسے کچھ
خبر ہی نہ تھی لیکن استاد جو اسے ملا تھا وہ ماہر خفی و جلی تھا۔ بلکہ کہتے ہیں
کہ اُس نے پیش گوئی بھی کی تھی کہ یہ شاعرہ ہوگی۔ اس پیش گوئی کی خبر رفتہ
رفتہ **زیب النساء** کے کان تک پہنچ گئی۔ جس نے اسکی طبیعت میں اور

بھی شعر گوئی کا شوق پیدا کر دیا شعر گوئی کا شوق پیدا ہونے کو تو ہو گیا مگر اصلاح کی ضرورت باقی تھی شاہ رستم غازی صاحب سے تو ادب اور حیا مانع تھی اور دوسرونکو وہان تک مجال رسائی نہ تھی اس لئے پندرہ برس کی عمر تک یہ آتش شوق دل کی میں دبی رہی تاہم جو کچھ موزون ہوتا لکھ لکھ کر جمع کرتی جاتی تھی اور فرصت کے وقت خود ہی نظر ثانی کر لیا کرتی تھی ◆

ایک دن شاہ صاحب مرحوم نے چند مختلف اشعار جو اُس کی بیاض میں لکھے ہوئے تھے دیکھے اور نہایت ہی پسند کئے بعد ازان زیب النساء سے دریافت کیا کہ کیا وہ اشعار اسی کی موزون طبیعت کا نتیجہ ہیں۔ اس سوال کا جواب شہزادی زیب النساء نے نہایت حیا اور ادب سے اثبات میں دیا۔ شاہ صاحب نے اپنے شاگردون کی ایسی پاکیزہ طبیعت دیکھ کر شعر گوئی کی اجازت دے دی۔ بلکہ اصلاح کے لئے بندوبست کر دینے کا بھی وعدہ کیا۔ اب تو اُس کی دلی مراد حاصل ہو گئی روز بروز اس کی نازک خیالیاں زور پکڑتی گئیں ◆

میر ناصر علی سرہندی اور نواب ذوالفقار خاں

قبل ازیں کہ اور حالات زیب النسا بیگم کے لکھے جائیں تھوڑا سا حال ناصر علی صاحب سرہندی کا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے +

یہ بزرگ وار شرفائے سرہند سے تھے اُن کے والد صاحب کو بھی شعر گوئی کا بہت شوق تھا مگر معروف مسالۂ اگر پدر نتواند پسر تمام کند انہوں نے ہی ثابت کر دکھایا۔ یہ زبان فارسی کے معتبر مصنف بہت الثبوت محقق تھے۔ بڑے آزاد الطبع۔ بلند نظر اور بد دماغ تھے اور اسی قباحت نے انہیں نازک المزاج پاکر ہمیشہ دنیا کی راحت اور فارغ البالی سے محروم رکھا۔ امیروں کے پاس جانا اپنی ہتک سمجھتے تھے۔ ہمیشہ اپنے ٹوٹے پھوٹے تنگ و تاریک جھونپڑے میں قناعت سے گذارا کرتے تھے ان کو آسودہ حال کبھی نہیں دیکھا گیا۔ ہاں ایک آدھ فاقہ ضرور گذر جاتا تھا اُنکو چھوٹی سی عمر میں شعر کہنا آگیا تھا۔ جب بیس سال کے ہوئے تو سمند نازم پر ایک اور تازیانہ فقیری کا لگا بیٹھے +

ان کے زمانے میں سرہند کے ناظم نواب ذوالفقار خاں تھے اُن کو شاعروں سے بہت الفت تھی۔ جب انہوں نے میر صاحب کا حال سنا تو برہمن نام شاعر کو جو اُن کے دربار میں تھا لانے کو بھیجا۔ میر صاحب نے پہلے تو جانے سے انکار کیا اور کہلا بھیجا میں تو فقیر ہوں مگر برہمن بلا کا لسان تھا کسی نہ کسی ڈھنگ سے اُنکو دربار تک لے گیا +

القصہ یہ بات ہوئی میر صاحب کی سیر قدمی سمجھو میر صاحب ابھی علیک سلیک کر سکے بھی نہ تھے کہ دفعتاً ایک شخص نے آکر نواب کو اُن کی بھائی اسد اللہ خاں کی شادی کی ولادت کی خبر سنائی ۔ عیدی کا سا تمام تھا نواب صاحب کو نازک تھا ...

جانا پڑا۔ مگر چونکہ میر صاحب کی طبیعت سے واقف تھے کہ مبادا مستغنی طبع ہو کر چلے جاویں۔ اسلئے پاؤں واپس آگئے۔ یہاں آکر دیکھا تو میر صاحب کبھی کے کافور ہو چکے تھے۔ نواب صاحب کو بہت حیرت ہوئی اور جو فقرہ بیساختہ زبان سے نکلا وہ یہ تھا "ارے کوئی جانا وہ تو میری ہجو لکھ ڈالیگا" برہمن نے پھر تکلیف کی اور میر صاحب کے گھر گئے۔ وہاں جاکر دیکھا کہ واقعی وہ ذوالفقار خاں کی ہجو لکھ رہے ہیں برہمن اسنے آکو دیکھا نہ تاؤ ہاتھ پکڑ لیا جب میر صاحب نے سبب پوچھا تو کہا "واہ صاحب واہ نام تو ہو علی اور ذوالفقار کی ہجو" میر صاحب کو یہ فی البدیہہ فقرہ پسند آیا۔ اور کہا "افسوس مجھے قدرت نہیں ورنہ جو تو مانگتا بلا عذر دیدیتا۔ اب بھی جو کچھ میرے اختیار میں دیکھتا ہے مانگ" برہمن کو جب یہ موقع ہاتھ لگا تو عرض کی "میرے ساتھ پھر دربار تک چلئے اور اُس ہجو کی جگہ مدح لکھ دیجئے" میر صاحب نے اچونکہ زبان دے چکے تھا اسکی درخواست کو قبول کیا اور لکھا۔

ای شان حیدری زجبین تو آشکار	نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار
دشمن کشی جہانی دیکدوست پروری	فتح و ظفر دو بخشی مستند در قطار
نسخہ بوستان الہی نمودہ	اے نو بہار خلق نو بر بوی گل سوار
مرغ دلم بہ نیم نگہ صید کردہ	اے طائران عرش خدنگ ترا سوار
ترسم کہ دل زبو کے فراغت جنون شود	آن دل کہ بردہ زدل من کمن سپار
یاران چند مدفن خود منشیٔ خود اند	ایں جمع رابیک نظرِ عاطفت شمار
ناصر علی تراز تو خواہد مراد بس	اے ابر فیض بر ہمہ عالم گہر ببار

بعدہٗ ساتھ گئے اور قطعہ بالا پڑھ کر سنایا نواب صاحب بہت تواضع سے

لہ ہجو بھی موجود ہے مگر بہت مخش ہے اس لئے اس جگہ نہیں لکھی گئی +

پیش آئے اور وظیفہ بھی مقرر کردیا مگر بے اعتنائی کی کھٹک دل سے نہ نکلی اور عوض لینے کی تاک میں رہے۔ آخرکار مرزا محمد علی صاحب المتخلص بہ صائب کو ایران سے بلوایا (بعض کہتے ہیں وہ خود آیا تھا) اور مقابلہ پر کھڑا کردیا۔ اُن کی چھیڑ چھاڑ کا رنگ علی کے مفصلہ ذیل اشعار سے جھلکتا ہے۔

باایں شوخی غزل گفتن علی از کس نمی آید ۔ یاراں مے فرستیم تا کہ بنو یسند جوابش را
علی شرم یاراں سے بروشہرت ایراں ترسم ۔ کہ صائب خون بگرید آب ہو دفتر شود پیدا
علی بہ گلشن کشمیر رفتنم عیب است ۔ کہ ہمصفیر من آن عندلیب تبریز است
خون گشت علی سینہ ام از ہمر صائب ۔ در پیرہن غنچہ بہ بنید چہ خار است

ادھر تو ناصر علی اور صائب میں چھیڑ چھاڑ ہو رہی تھی اب ادھر کا حال سنئے جب زیب النساء کی شاعری سنے زبدیگر ملا اور زمانے کی واہ واہ نے موزون طبیعت کو بلند پروازیوں کے پر لگائے تو شاہ رستم صاحب نے حسب وعدہ بادشاہ سے اصلاح کے لئے کسی لائق شاعر کے استاد مقرر کرنے کی رائے دی۔ بادشاہ نے (جس کو اپنی دختر ساری اولاد سے زیادہ پیاری تھی اور اسی محبت کی وجہ سے اسکو تعلیم بھی لڑکوں کے سکیل پر دی تھی) منظور فرمایا اور عمدہ عمدہ شاعروں کی پڑتال شروع کردی۔ کشمیر و ایران و دیگر ممالک سے آدمی آئے مگر زیب النساء کی چلتی طبیعت کے آگے کوئی لگا نہ کھا سکا۔

امیر صاحب کی اردو۔ میر صاحب کے ہمعصر شاہ شمس ولی اللہ صاحب بھی ہیں جنہوں نے اردو شاعری کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ ولی تخلص کرتے تھے۔ انہوں نے ایکبار اپنے جوش ریختہ گوئی میں ناصر علی کو لکھا ع اچھلکر جا پڑے جوں مہر سپہر اگر مطلع لکھوں ناصر علی کوں۔ ناصر علی نے جواب میں لکھا ع باعجاز سخن گر آچلے وہ علی ہرگز نہ پہونچیگا علی کوں۔

ایک بار نواب ذوالفقار خاں ناظم سرہند دارالسلطنت میں شرف قدم بوسی کو
حاضر ہوا اور جب اس نے یہ خبر سنی تو دربار میں ناصر علی اور برہمن کی یہاں تک
تعریف کی کہ بادشاہ نے ذوالفقار خاں کو دونو شاعروں کی حاضری کے واسطے
بالاصرار حکم دیا۔ جب یہ دونو حاضر دربار ہوگئے تو بادشاہ نے کلام سنانے کی فرمایش کی
پہلے برہمن نے غزل پڑھی جو نہایت چست تھی لیکن بادشاہوں کی طبیعتیں جو کہ ہے
بسلامے برنجند گاہے بدشنامے خلعت دہند کی مصداق ہوتی ہیں۔ برہمن کی
غزل کا یہ مقطع سنکر [illegible]

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندیں بار
بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

کچھ بگڑ گئی اور توہین مذہب سمجھ کر حسب حکم شرع انتقام لینے کی تدبیریں سوچنے
لگے میر ناصر علی صاحب اگر اسوقت موجود نہ ہوتے تو خدا جانے کیا ہو جاتا۔
بادشاہ کی کچہری تیوریوں کو تاڑ گئے اور دست عرض کی کہ حضور نے سنا ہوگا۔
گلستاں میں سعدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں +

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود — چوں بیاید ہنوز خر باشد

اگر برہمن کعبہ سے واپس آکر برہمن ہی رہا تو کچھ جائے تعجب نہیں یہ سنکر بادشاہ
ہنس پڑا اور قصور سے درگذرا۔ بعدہ میر صاحب نے غزل سنائی۔ اہل دربار زور
طبیعت کو مان گئے مگر زیب النساء بیگم جو براقی طبع میں خود بے نظیر تھی اس کے
کلام کو خاطر میں نہ لائی۔ اور دوسرے روز اسی طرح میں اپنی غزل لکھ کر سنائی
اگرچہ میر صاحب کی طبیعت حاضر فکر رسا اور بندش چست اس پر کلام میں زور سب کچھ تھا
مگر بفحوائے کلام الملوک ملوک الکلام اور میر صاحب کی غریب الوطنی کی وجہ سے
سب نے زیب النساء بیگم کے کلام کو ترجیح دی +

اب یہ استاد تو نہ مانے گئے۔ مگر شاگردوں میں مقرر ہو گئے اور
شاہی مشاعرہ میں مقابلہ پر طبع آزمائیاں کرنے لگے غزلوں میں بھی چھیڑ چھاڑ
ہونے لگی مگر اسطرح کہ کوئی سمجھے اور کوئی نہ سمجھے
علاوہ ناصر علی کے صائب غنی برہمن۔ بہروز اور عاقل بھی ہمعصر تھے لیکن
مشاعرہ میں حاضری سے معذور تھے کیونکہ غنی[1] کشمیر میں تھے
اور گھر سے باہر قدم نکالنا نہیں چاہتے تھے۔ عاقل لاہور میں ناظم تھا اور بندگی
وبیچارگی کے سبب سے مجبور تھا۔ صائب سرہند میں نواب ذوالفقار خاں کے پاس
ہی رہا۔ البتہ بہروز ناصر علی اور برہمن داد سخن لیتے اور دیتے تھے۔ تینوں متقدم
الذکر کے پاس جب مہینوں کے بعد طرح پہنچتی تھی تب کہیں اسیر کہتے تھے۔
مگر وہ "مشت بعد از جنگ" ہوتی تھی۔ مذاق شعری ہر ایک کا علیحدہ تھا۔ لیکن

---

[1] غنی تخلص تھا۔ اصل نام ملا طاہر تھا۔ شیخ محسن فانی کے شاگرد رشید ہیں انکا کلام
نہایت ہی مقبول ہوا ایران تک شہرہ پہنچا تھا۔ مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے (نوٹ لفیہ)
کہ میں اپنا سارا دیوان اُن کے ایک شعر کے عوض میں دینے کو طیار ہوں کاش اس شعر کو میں
کہتا۔ ؎ حسن سبز تو بخط سبز مرا کرد اسیر دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم
کاشمیر سے کبھی باہر قدم نہیں نکالا۔ باوجودیکہ شہنشاہ ہندوستان نے سیف خاں حاکم
کشمیر کی معرفت بلوا بھیجا تھا۔ مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ لکھدو "غنی دیوانہ ہو گیا ہے"
سیف خاں نے جواب دیا "میں تجھ جیسے عاقل کو دیوانہ کیونکر بنا سکتا ہوں" یہ سنکر آپ
نے اسی وقت کپڑے پھاڑ ڈالے اور دیوانہ صورت بنالی اور کہا لو اب تو لکھدو۔ افلاس
جو شعراء کا ہمدم اور ہمنفس ہے اُنکا بھی یار غار رہا تاہم قناعت کو ہاتھ سے نہ دیتے
تھے۔ دولت کے لئے امیروں تک جانا ننگ سمجھتے تھے۔ چنانچہ خود کہتے ہیں۔
فکر روزی رہنمی دارد مرا از جائے خویش آبرو چوں شمع میریزم ولے بر پائے خویش

باقی آئندہ صفحہ

قافیہ کے نباہنے میں ایک کو دوسرے پر فوقیت ہوتی تھی۔ ایک اگر آہ تھا تو دوسرا واہ۔ ذیل میں چند غزلوں کا اقتباس درج کیا جاتا ہے جس سے اُن کی قابلیت اور خیال کا اندازہ زیب النساء بیگم کے مقابلہ میں ہو سکتا ہے مگر انصاف شرط ہے ؎

زیب النساء بیگم

بر فگن از شمع رویت ای مہ خوباں نقاب	تا بصد منت نہد بر پائے تو سر آفتاب
در فراقت زندگانی چوں کنم یارب کہ بس	غم قوی محنت فزوں حل ناتواں جانم خراب
آنچہ حاصل کردم از سودائے عشق اینست وبس	جاں کباب و سینہ چاک و لخت دل چشم پر آب
خو گرفتم با غم عشق تو باید بعد ازیں	ہر نفس سالے بود بیش تو در روز حساب
کامرانی گر کنی مخفی نمانی عمر خویش	گریہ بیحد نالہ بیحد سینہ بریاں دل کباب

میر ناصر علی صاحب (علی)

بسکہ حسرت ریخت در پیمانہ حیرت شراب	چوں شفق بر روی گردوں ماند نور آفتاب
جوہر اندر استخوان ماہتیان پروانہ شد	شمع روشن کرد نکست نا بفانوس حباب
ہر کہ دارد آبرو از سختہا چرخ ایمن است	دانہ گوہر نمے بیند شکست از آفتاب
عیب ہا ننگ ہنر گیرد چوں دل روشن بود	صبح نورانی شود دود چراغ آفتاب
پردہ ہائے دیدہ خواہم از میاں برداشتن	میتواں کردن تماشائے تو امشب بیحجاب

ناصر علی صاحب نے ایک دفعہ اُن سے اپنے کلام کے بارے میں رائے طلب کی تھی اُس کے جواب میں آپ نے لکھا ؎

گر رتبہ شعری خود بپرسی از من	گویم سخن با تو مرنج اے کو دن
بر ہر ورقے کہ کردہ مشق سخن	چوں لوح زباں شوی از آب دہن

برد از رشیم نمک از خندہ پاشیدن چرا ۔ مرغ تشنہ خوارہ در آتش نخواہد شد کباب
مردمک از دیدہ برمے آید از شوق برخت ۔ سوئے مہمانا نگردد خانہ مردم خراب

ایک دفعہ طرح تھی

"اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند"

اس پر سب کی غزلیں موجود ہیں ۔ مگر اس مقام پر صرف چند چیدہ چیدہ اشعار درج کئے جاتے ہیں (اس زمانہ میں شاید زیب النساء بیگم کی شاعری کی ابتدا ہو گی) +

زیب النساء بیگم

حجاب نو عروساں در بر شوہر نمے ماند ۔ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند
مریض عشق او بسیار بر بستر نمے ماند ۔ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

مرزا محمد علی صاحب (صائب)

مہ دو ہفتہ ہرگز با رخ دلبر نمے ماند ۔ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند
دلم از مہر آں آئینہ رو در بر نمے ماند ۔ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند
بہ بالیں بیمار الفت را کہ بر بستر نمے ماند ۔ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

ناصر علی صاحب سرہندی (علی)

دمے قحبہ درون خانہ بے شوہر نمے ماند ۔ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند
چو میوہ پختہ شد بر شاخہائے تر نمے ماند ۔ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند
مسافر در سر کاروان اکثر نمے ماند ۔ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

نعمت خاں (عالی)

ہلالِ عید چو ابروئے آں دلبرے ماند   اگر ماھے شبے ماند شبے دیگرے ماند

زیب النساء بیگم کا حلیہ

ڈاکٹر برنیر صاحب جنہوں نے عالمگیر کے زمانہ میں ہندوستان کا سفر کیا تھا اپنے سفرنامہ میں شاہزادی کا حلیہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ قد لمبا۔ ہاتھ پاؤں متوسط درجہ کے بدن دبلا پتلا۔ چہرہ گول اور رنگ صاف رخسارہ کے وائیں جانب نزدیک گوش دو سیاہ تل۔ آنکھیں سیاہ اور موٹی موٹی سر کے بال لمبے لمبے۔ دانت اور ہونٹ پتلے پتلے تھے۔

میاںبائی راوی ہے کہ بیگم صاحبہ نے مسّی اور سرمہ کا استعمال عمر بھر نہیں کیا۔ ہمیشہ سفید اور سادہ لباس رکھتی تھی سوائے اوائل عمر کے رنگین اور ریشمی لباس سے ہمیشہ نفرت رہی مگر خواصوں اور کنیزوں کو اجازت تھی کہ رنگین یا جس طرح کا لباس اُن کو پسند ہو پہنا کریں۔ بلکہ جب کسی کو سادہ لباس میں دیکھتی اُسے پہننے کو کہتی صرف زبانی ہی ارشاد پر اکتفا نہیں ہوتا تھا بلکہ بعض اوقات تاکید بھی کی جاتی تھی مروّجہ لباس کی کتر بیونت صرف محمد شاہ کے زمانے سے ہوئی ہے۔ مختلف اوضاع کے کپڑے پہلے نہیں پہنے جاتے تھے۔ مستورات کی پوشاک یا تو ہندوانہ وضع کی ہوتی تھی یا ایرانی وضع کی زیب النساء عموماً ایرانی لباس زیب تن کرتی تھی۔ ہاں ایک دفعہ جب لاہور میں آئی تو ایک ہندو شہزادی کے ایما سے ہندوستانی لباس بھی پہنا چونکہ اُس

کی خبر شاہ تک جلد پہنچ گئی اور اس نے زیب النسا کو اس پر بہت کچھ ملامت بھی
کی اس لئے فوراً اتار دیا۔ زیور بھی پہنی تھی مگر تھوڑا ایک مالا قیمتی موتیوں کی ہر وقت
زیب گلو رہتی تھی جس کے بیچ میں دو تین مرصع تعویز ہوتے تھے۔ اور کانوں
میں جواہرات کے کرن پھول تاہم اس سادگی پر ہزار بناؤ اور سنگار قربان تھے سچ
ہے۔

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی
کہ دیکھو خوشنما لگتا ہے کیسا چاند بن گہنے

زیب النسا کا مذہب باپ کی طرح اہل سنت والجماعت تھی اولیائے کرام
اور بزرگان دین کے نام بڑے ادب سے لیتی تھی شرک اور بدعت کے کاموں
سے نفرت کلی رکھتی تھی۔ عالمگیر کی تخت نشینی سے پہلے تعزیہ داری و مجالس
کا شوق بھی رہا۔ بڑے اخلاص اور اعتقاد سے شریک مجالس ہوا کرتی تھی
مگر عالمگیر کے زمانے میں جہاں لوگوں نے دیگر منہیات سے توبہ کی تعزیہ داری
کو بھی انہیں میں سے سمجھا۔ تو زیب النسا بیگم نے بھی حسب تلقین
شراکت مجالس ترک کر دی کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں حضرت شاہ میاں میر
صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی مگر اس کا
پختہ ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ شاید ایسا ہوا ہو کیونکہ ان کا تمام خاندان۔
خصوصاً دارا شکوہ۔ شاہ صاحب مغفور کا مرید تھا۔

زیب النسا بیگم طبیعت کی رحیم۔ بردبار۔ خلیق اور متحمل تھی۔ غصہ و
غضب کے وقت بھی مطمئن نظر آیا کرتی تھی خادموں اور کنیزوں سے بڑا سلوک
رکھتی تھی۔ تاریخ جمیلی میں لکھا ہے کہ اسکو چیں بجبیں کبھی کسی نے نہیں دیکھا
ہمعصر باوجودیکہ بے باکانہ اور گستاخانہ چوٹیں کر جاتے تھے مگر یہ مستقل المزاج

شہزادی غصہ ہونا تو درکنار پرواہ تک نہیں کرتی تھی۔ ایک دفعہ اوس نے یہ بے نظیر ع

ازہم نمے شود زحلاوت جدا لبم

تحریر کیا اور شاعروں کو دوسرا مصرعہ موزون کرنے کے لئے ارشاد لیا۔ سب نے اپنی اپنی طبیعت کا زور دکھایا مگر ناصر علی سرہندی موصوف نے لکھا ؎

ازہم نمے شود زحلاوت جدا لبم
شاید رسید برلب زیب النساء لبم

گو یہ نہایت ہی گستاخانہ جواب تھا تاہم تحمل سے کام لیا اور بلحاظ ہم عصری بالکل پرواہ نہ کی۔ صرف اتنا لکھ بھیجا ؎

ناصر علی بنام علی بردۂ پناہ
ورنہ بذوالفقار علی سر بریدمت

ایک دفعہ ایک آئینہ جو فغفور چین سے شاہ جہان شہنشاہ ہند کو تحفتاً بھیجا تھا اور عالمگیر سے زیب النساء کو ملا تھا ایک پرستار[1] روشن نام سے

[1] اسی خادمہ کی نسبت یہ بھی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ زیب النساء بیگم نے اسے حکم دیا۔ کہ فلاں کمرے سے میرا فلان بیاض اٹھالاؤ۔ جب یہ بیاض لارہی تھی۔ راستہ میں ایک چھوٹا سا حوض تھا جیسے کہ امرا اور سلاطین کے محل سراؤں میں تفریحی حوض ہوتے ہیں اور انھمیں سرخ مچھلیاں چھوڑی ہوئی نہیں یہ خادمہ مچھلیوں کا تماشہ دیکھنے لگی اور بیاض اس کے ہاتھ سے حوض میں گر گیا۔ اس پر اس نے شاعرہ بیگم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ رباعی جو اسی وقت موزون کی تھی عرض کی

آں بیاض خاصہ شاہی کہ ہور یکسر طرف ۔۔۔ چوں کواکب نقطہا ئے انتخاب افتادہ است
این زماں از دست روشن عالم خاکش بسر ۔۔۔ چو بیاض سینۂ ماہی در آب افتادہ است

ٹوٹ گیا - اس قیمتی چیز کے ضائع ہونے کے باعث لونڈی کانپتی ہوئی آئی مگر مارے خوف کے بات منھ سے نہ نکل سکتی تھی مگر جب بیگم صاحبہ نے پوچھا تو اوسنے روتے روتے کہا ؎

از قضا آئینہ چینی شکست

شاہزادی نے بالکل ملال نہ کیا بلکہ ہنسکر کہا

خوب شد اسباب خود بینی شکست

فی البدیہ جواب دینے میں تو اوسے وہ ملکہ حاصل تھا جو کہنہ مشق استادوں کو ہوا کرتا ہے - بلا پس و پیش ایسا دنداں شکن جواب دیتی تھی کہ سننے والوں کو حیرت ہوتی تھی - لطیفہ جب لاہور میں جو بجی دالابلاغ (جس کا مفصل حال آگے آئیگا) طیار ہوا تو اُس کی افتتاح کی خوشی میں جشن منایا گیا اور مہمان دور دور سے شامل جلسہ ہوئے چونکہ مہمانوں کی خاطر ہر طرح سے منظور تھی - خان ساماں و داروغہ وغیرہ کو حکم دیا کہ جو شئے کسی کو درکار ہو وہ بلا عذر دیجائے مگر شاید اس حکم کی تعمیل اچھی طرح سے نہ ہوسکی - اس لئے خود بدولت مہتمم باورچی خانہ بنی - اور مکرر احکام جاری کئے کہ جس چیز کی ضرورت ہو بیگم صاحب سے رقعہ بھیج کر منگالی جائے - عاقل خاں گورنر لاہور نے جو شہزادی پر دل و جان سے مفتون تھا - ایک پرچہ پر یہ ذومعنی فقرہ کہ

"سنبوسہ بیں سے خواہم"

لکھکر حضور میں ارسال کیا یعنی ظاہر میں تو بیس کا سنبوسہ طلب کیا - مگر در باطن بوسہ کا مطلب ادا کیا (کیونکہ جب لفظ سنبوسہ سے سن علیحدہ کر کیا جاتا ہے تو صرف لفظ بوسہ باقی رہ جاتا ہے) شہزادی اُس کے مطلب کو تاڑ گئی اور دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی سے یہ فی البدیہ فقرہ جواب میں تحریر کیا ؎

"ازمطبخ ما در طلب"

نقل:۔ ایک دفعہ کمسنی کے زمانہ میں سہیلیوں کے ساتھ اکبرآباد (آگرہ) کے قلعہ میں محل کے اوپر کھیل رہی تھی۔ کھیلتے کھیلتے کسی سہیلی نے جیسا کہ بچوں کی شوخ طبیعت کا مقتضا ہے ایک دیوار کے سوراخ میں ایک لکڑی ڈال دی اور کہا "دنیے درون نیمے برون" اس پر سب نے ہنس دیا۔ اور شور یہاں تک ہوا کہ زیب النساء کے جدامجد شاہجہان نے (جو آنکھوں سے معذور اس مکان کی مسجد میں رہتے تھے) سن لیا اور گھرک کر پوچھا "یہ کیسا شور مچا رکھا ہے" چور کی ڈاڑھی میں تنکا سب نے جانا شاید "نیمے درون نیمے برون" والاشان نے فقرہ سن لیا تھرا گئیں اور حواس باختہ ہو گئے۔ لیکن زیب النساء بیگم مطلق نہ گھبرائی اور فوراً آگے بڑھ کر کہا "جدامجد ہم کہہ رہی ہیں" ؎

از ہیبت شاہ جہاں لرزد زمین و آسماں
انگشت حیرت در دہاں نیمے درون نیمے برون

نقل:۔ ایک دفعہ باغ میں جلوہ افروز تھی۔ صبح کا سہانا وقت تھا۔ نسیم سحری جو پژمردہ دلوں میں بھی گدگدی کر جاتی ہے عین اعتدال پر چل رہی تھی بلبلوں کی چہچہوں اور قمری کی کوکو نے لطف گلشن کو دوبالا کر رکھا تھا۔ طبیعت جو آئی تو نہر کے فرش پر بیٹھ گئی اور بے خودی میں یہ شعر منہ سے نکل گیا ؎

چار چیز زدل غم برد کدام چہار
شراب و سبزہ و آب رواں روئے نگار

اس کو بار بار دہراتی اور لطف مضمون کا مزہ لیتی تھی ناگاہ شاہ عالمگیر

وہاں تشریف لے آئے۔ زیب النساء نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو والد صاحب کو تھوڑے فاصلے پر کھڑا پایا اور خیال ہوا شاید انہوں نے مجھے شعر بالا پڑھتے سن لیا ہے۔ فوراً مضمون بدل دیا اور پڑھنے لگی ؎

چہار چیز زدل غم برد کدام چہار ✦ نماز روزہ و تسبیح و توبہ استغفار

نقل ایک بکری کو دوزہ کی حالت میں دیکھ کر کہا ؎

ای صدف تشنہ بہ بیہودہ مکن دہن باز ✦ بہر یک قطرہ آب کہ شکم بشگافند

نقل ایک دفعہ بازیگر کا تماشا حضور میں ہو رہا تھا۔ بازیگر کی عورت بلند بلند پر چڑھ کر قلابازیاں دکھا رہی تھی۔ چونکہ نہایت حسین عورت تھی شعرا حاضرین میں سے کسی نے اسکی تعریف میں یہ شعر موزوں کیا ؎

این لعبت لو العجب چو ماہے پیداست
یا تازہ گلے کہ بر سر شاخ رعناست

جب بیگم صاحبہ نے سنا تو کہا ؎

نے نے غلط است کا فتاب محشر
بر نیزہ برآمد و قیامت برپاست

نقل ایک دفعہ باغ میں تشریف فرما تھیں سوچ طبیعت جو آئی تو ایک نرگس کا پھول سر میں لگا لیا۔ **عاقل خاں** نے جو اکثر بیگم صاحبہ کو دیکھنے جایا کرتا تھا۔ پھول کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

نرگس زدہ بر سر ز شوق تو نرگس
خم کردہ رخ خویش کہ رخسار تو بیند

زیب النساء نے فی البدیہہ جواب دیا ؎

این نہ نرگس کہ تو دیدی کہ ابرا فسر من

بہ تماشائے تو بیروں شدہ چشم از سر من

نقل ایک بار ایک ایرانی شہزادے نے یہ فرد پڑھا۔

معتبر نگردد عام در دل از زمین درگاہ نخواہم رفت سر اینجا جدہ اینجا بندگی اینجا قرار اینجا

بیگم صاحبہ نے فی البدیہہ یہ کہا ؎

چہ آساں دیدہ زاہد طریق عشقبازی را

تپ اینجا آتش اینجا اخگر اینجا شعلہ نار اینجا

تضمین تو اس خوبی کی کرتی تھی کہ سبحان اللہ!

ایک بار مشاعرہ میں طرح ہوئی ؎

صبا از شرم می آید بروئے گل نگہ کردن

بیگم صاحبہ نے لکھا ؎

صبا از شرم سے آید بروئے گل نگہ کردن

کہ رخت غنچہ را اکردن نتوانست تہ کردن

ایک دفعہ طرح تھی ؎

دُر ابلق کسے کم دیدہ موجود

سب نے عمدہ عمدہ تضمینیں کیں۔ مگر زیب النسا کی تضمین لاثانی تھی ؎

دُر ابلق کسے کم دیدہ موجود

مگر اشک بتان سرمہ آلود

ایک مرتبہ طرح ہوئی ؎

آتش حسرت زہجرت در دل بلبل گرفت

اُس نے تضمین کیا ؎

در چمن خانہ بآتش ہمدمی با گل گرفت

آتش حسرت ز ہجرت در دل بلبل گرفت

ایک بار بادشاہ نے مصرعہ موزون کیا ۔ ع دلبران را دلبری اینجمر باشد
بیگم ممتاز دہرنے فوراً لگا کر شعر بنا دیا دلبران را دلبری لعد مرون بیشتر باشد
کہ چرم گرگ شیر افگن پس از مردن سپر باشد

ایک بار کاد کرسبکہ مشاعرہ کی طرح تھی ؎
لخت لخت جگرم منفعل آید بیرون

زیب النسا رنے لکھا ہے ؎
گر ما شعلہ آہی ز دل آید بیرون
لخت لخت جگرم منفعل آید بیرون

اس غزل میں دو شعر اور بھی ہیں جو لطافت مضمون کے باعث قابل اندراج
ہیں ؎

مہر نایاب چنان گشتہ کہ از غایت یاس اشک از چشم یتیمان خجل آید بیرون
خواہ در انجمن شاہ بود خواہ گدا بے طلب ہر کہ رود منفعل آید بیرون

حافظ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک غزل پر تضمین لکھی ہے ۔ تضمین کیا کی ہے غضب
ڈھا دیا ہے ۔ وہو ہذا ؎

ظاہر نشد کہ مطلب این دار گیر چیست رعنائے گل و چمن و لالہ زار چیست
پرکس ز لوح رسے کہ ندانیم کار چیست خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بہار چیست
ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

ساقی چہار فصل جہان ہست روزگار فصل و مے دو تو ند و خزان ست و نو بہار
با ہر چہار فصل بود بادہ خوش گوار ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

باشد چہ ابتدا ازل و انتہا عدم ۔ موجود ہر چہ باشد کریم است ذوالکرم
ساقی بیار بادۂ گلگون بجام جم این موسم بہار و گل در روضۂ ارم
جز لطف جو بیار و مئے خوشگوار چیست

بے اختیار کار نہ جبر است و اختیار ۔ زاہد چو ہست بلائے خدا چیست کار ما ۔
ترک شراب عشق خطا ہست در بہار سہو و خطائے بندہ گرت نیست اختیار
معنی عفو و رحمت پروردگار چیست

دنیا و آخرت خود دیگر حبیلہ اند آبادی و خرابی ہمان وسیلہ اند
گوئی درین میان ہمہ بیکر و حیلہ اند مخمور و مست ہر دو جوان یک قبیلہ اند
با دل بعشوہ کہ و ہم اختیار چیست

اورا اگر جام می نتواند کسے خموش حرفے ازین ز زاہد نخواہد کسے خموش
صوفی بایں نوا برساند کسے خموش زاہد درون پردہ نداند کسے خموش
ای مدعی نزاع تو با پردہ دار چیست

عاشق نشان داغ خود از داغ لالہ ۔ مخمور نشہ ہا سے صاف و پیالہ خواست
زیب النسا مراد خود از آہ و نالہ خواست زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست
تا در میانہ خواستہ کردگار چیست ۔

باوجودیکہ ایسے معرکے روز ہوتے تھے مگر سر پر وہ برابر قائم رکھی چھوٹی چھوٹی عمر تک کے بچوں کو سامنے آنے کی ممانعت تھی ۔ ایک دفعہ ایک ایرانی شہزادے نے جو شاعر تھا اور بیگم صاحبہ کا خواستگار بھی تھا طرحی غزل میں یہ شعر لکھا ؎

ترا ای مہ جبین بے پردہ دیدن آرزو دارم
جمالت ہائے حسنت را رسیدن آرزو دارم

بیگم صاحبہ اس کے مطلب کو تاڑ گئیں اور دوسرے روز جو غزل لکھی اس میں پڑھا ؎

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا
بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا
ہمچو بو پنہاں شدم در برگ گل مانند گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

کہتے ہیں کہ علمی شغلوں کی دھن میں لگے رہنے کی وجہ سے اور لوگوں کی تعریف سے اُس کے دماغ میں منافرت پیدا کر دی تھی کہ اوس نے کسی کی بی بی بنکر تابعداری کرنا اپنی عمر کے کسی حصہ میں گوارا نہ کیا۔ مگر یہ بیان درست نہیں معلوم ہوتا۔ ہاں دوسری بات کہ اُسکے چچاؤں اور عموی زاد بھائیوں کے ساتھ جو اُسکے باپ نے سلوک کئے تھے اُنکو دیکھ کر بے ثباتی دنیا کا نقشہ دل میں کھینچ گیا اور لذائذ دنیوی سے نفرت ہو گئی تھی۔ قرین قیاس ہے۔

مگر ایک تیسرا بیان ان دو نو بیانوں کی تردید کرتا ہے وہ یہ ہے کہ عالمگیر نے اس کی نسبت دارا شکوہ کے بیٹے سے کر دی تھی۔ لیکن جب اُس کو ہلاک کرا دیا۔ تو اُسکے دل پر سخت صدمہ گزرا اور باپ کے اُس کام کو گو وہ کسی پولٹیکل مصلحت سے ہی کیا گیا تھا۔ سخت ناپسند کیا اور دوسری جگہ نسبت کرنا چاہی تو صاف انکار کر دیا۔

بہر حال تمام عمر تارک رہی اور رنڈ نہ گیا۔ اور اسی وجہ سے لوگ اُسے متہم کرتے ہیں کہ اُس نے نفسانی خواہشات سے مجبور ہو کر عاقل خان نامی اپنے باپ کے وزیر زادہ سے ناجائز تعلقات پیدا کر لئے

چاہتے جن کو اہل اسلام سخت معصیت اور اعلیٰ درجہ کی رسوائی اور
اور بے عزتی خیال کرتے ہیں۔ مگر اسکا سچا اور صاف ثبوت کہیں نہیں
ملتا اُس کے حالات پر جو تھوڑے بہت ملتے ہیں جب غور کیا جاتا ہے
تو ہم اُسے لوث سے بالکل مبرا پاتے ہیں سلئے ہیں کچھ شک نہیں
کہ عاقل خاں سے اُس کا خاص انس تھا۔ مگر وہ صرف اس کے ہمعصر شاعر
ہونے کے باعث سے تھا اور وہ پاک محبت تھی۔ گو وہ انس باعث
تکالیف ہوا۔ مگر جیسا لوگوں کا خیال ہے مندرجہ ذیل شعر سے غلط ثابت
ہوتا ہے۔

قسم بکبریٰ حاجات و احسن رسل
کہ پاکی بازئے من باعث گناہ منست

مجملاً اس طرح بیان ہے کہ شروع سنہ ۱۰۷۳ میں شہنشاہ عالمگیر بیمار رہے
حکیموں نے تبدیل آب و ہوا کی صلاح دی۔ شاہ کو دارالسلطنت سے باہر جانا
پڑا اور پنجاب تشریف لائے۔ جب لاہور میں آئے تو یہاں زیادہ عرصہ
تک ٹھیرنا چاہا اور قبائل حرم کو بھی اسی جگہ بلوالیا۔ زیب النسار بیگم بھی
یہاں آئی مگر شاعری کا سلسلہ ساتھ ہی لائی۔ مشاعروں کا بازار گرم ہوا
و شعر و اشعار کے چرچے شروع ہو گئے۔

ان دنوں نواب عاقل خاں لاہور کا ناظم تھا۔ اور وہ ہزاری کے
اعلے منصب پر ممتاز تھا گو خود بھی شاعر تھا۔ مگر لاجواب مضامین جو
زیب النسار بیگم کی اعلےٰ طبیعت کا نمونہ ہوتے تھے سن سن کر دنگ ہوتا
تھا۔ آخر الامر۔

شد تنہا عشق از دیدار خیزد   بسا کیں دولت از گفتار خیزد

اُس کے سر میں شوقِ دیدار سما گیا۔ آنکھوں سے دیکھنے کی خواہش پیدا
ہوئی۔ مختلف ذرائع سے کوشش کی۔ نامہ و پیام بھیجے۔ مگر جب کچھ پیش
نہ چلی تو ہر روز حفاظتِ شہر اور گشت کے بہانہ سے خود محلات کے ارد
گرد چکر کاٹنے لگا۔ ایک دن جب نواب صاحب قلعہ کے شمال کی جانب
دیوار سے نیچے نیچے جا رہے تھے۔ اُسوقت زیب النساء بیگم آغاتیہ گلناری
رنگ کا جوڑا زیب بدن کئے ہوئے بامِ قلعہ پر ٹہل رہی تھی۔ نواب صاحب
کی نظر اُس گل زینت و باغِ حسن پر جا پڑی۔ دیکھتے ہی عنانِ اختیار ہاتھوں
سے جاتی رہی۔ دل قابو سے نکل گیا۔ عشق کی وہ آگ جو پہلے کچھ یونہی
سی سلگ رہی تھی۔ اب بھڑک اٹھی۔ چہرہ پر عرق ہو گیا۔ خادم نے
مضطرب دیکھ کر سببِ مزاج دریافت کیا۔ عاقل خاں نے بے تحاشا باواز
بلند بولا۔

سرخ پوشے بلب بام نظر مے آید

زیب النساء نے یہ آواز سنکر نیچے کی طرف دیکھا تو ایک خوبصورت
نونہال کو جس کی آنکھوں نے شاید تیس بہاریں بھی نہ دیکھی ہونگی
یا بمشکل اتنے ہی موسم بہار کے گلشن کے جا بجا اِس کے سامنے سے گذر کر
ہونگے۔ مصرع بالا کو مکرر دہراتے سنا ہو۔ سمجھ گئی کہ میری ہی نگاہ ناز
سے زخمی ہو گیا ہے۔ ذرا زیادہ غور سے دیکھنے لگی۔ اتنے میں پہلے کی
طرح پھر عاقل خاں نے پڑھا۔

سرخ پوشے بلب بام نظر مے آید

یہ بھی حاضر جواب تھی بھلا اس سے کب رہا جاتا تھا۔ فی البدیہہ بولی۔

نہ بزاری نہ بزور و نہ بزر مے آید

اتنا کہکر پیچھے ہٹ گئی۔

نامراد محبت کا دستور ہے کہ دونوں گھروں میں آگ لگاتی ہے ؎

عشق اول در دل معشوق پیدا میشود
تا نہ سوزد شمع کے پروانہ شیدا میشود

جب تک عاقل خاں کو آنکھوں سے نہ دیکھا تھا۔ نامہ و پیام سب رد ہوتی تھے۔ آج اُس کی صحبت اُدھر بھی اثر کر گئی۔ مگر مبادا راز افشا ہو جائے بڑے ضبط سے کام لیا اور لہ کو بہ گئی۔ عاقل واپس ہوا مگر دل وہیں چھوڑ آیا۔

کچھ دنوں تک دونوں خاموش رہے۔ مگر دونوں کے دل کسی کام میں نہ لگتے تھے اور ایک دوسرے کے دیکھنے کو ترستے تھے۔

زیب النسا بیگم کو بھی چونکہ لاہور کی آب و ہوا بہت پسند آگئی تھی اس لئے اُس سڑک پر جو انارکلی کی طرف سے ملتان کو جاتی ہے۔ ایک باغ بنوانا چاہا۔ اور عمارت شروع کرادی۔ ایک دن جب کہ باغ تیار ہو رہا تھا معائنہ کے واسطے تشریف لیگئی۔ عاقل خاں نے بھی سراغ لگانا شروع کیا۔ کہ شہزادی نے آج کدھر کا عزم کیا ہے۔ جب پتہ لگ گیا تو موقع غنیمت سمجھ کر باغ تک پہنچا۔ معلوم ہوا کہ بارہ دری تیار ہو گئی ہے۔ اوپر کے مکانات زیر تعمیر ہیں۔ مگر اندر جانے کی صورت نہیں۔ شاہی پہرہ کے سپاہی چاروں طرف گشت کر رہے ہیں۔ عاقل خاں اس وقت عقل کو کام میں لایا۔ اور جلدی سے واپس آکر مزدوروں کا بھیس بدل۔ گارے کا

؎ عاقل خاں۔ عالمگیر کے وزیر کا بیٹا تھا۔ شاہ نے بنظر عاطفت اُسے لاہور کا ناظم کر دیا تھا۔ تن و توش میں مضبوط اور جبالا جوان تھا۔ جوانی اور تندرستی چہرہ کے سرخ اور سفید رنگ ہی سے ہی جھلک دکھا رہی تھی۔ مگر وجہ یہ نہ تھی بس نہ تھا مگر صورت ایسی ہی تھی کہ کوئی نگاہ اسپر پڑی اور دوسری

کوڑا سر پر رکھ۔ بے تکلف پہرے کے اندر گھس گیا۔ اور اُسجگہ پہنچ گیا جہاں مستری کام کر رہے تھے۔ عین اُسی مکان کے سامنے ایک تیار شدہ عمارت میں شہزادی سہیلیوں کے ساتھ چوسر کھیل رہی تھی۔ **عاقل خان** نے اشارہ کیا۔ مگر چونکہ شہزادی کھیل میں مصروف تھی۔ اس نے نہ دیکھا تب بلند آواز سے بولا ؎

"من در طلبت گرد جہاں میگردم"

اتنا کہکر مستری سے مخاطب ہوا اور کہا "گبر استاد آہک" زیب النساء بیگم آواز سنتے ہی تاڑ گئی اور کھیلتے کھیلتے کہا ؎

"گر باد شوی بر سر زلفم نہ رسی"

اور سہیلیوں سے بولی "شش پنج دو یک" اور جلدی کھیل ختم کر کے چوسر اٹھالی ؛

بادشاہ کچھ دنوں رہکر دارالسلطنت کو واپس تشریف لیجا چکے تھے صرف زیب النساء بیگم تکمیل عمارت کے لئے یہاں رہ گئی تھی۔ فلک بے رحم کا قاعدہ ہے ؎

یہ دو دل کو یک جا بٹھاتا نہیں
کسی کا اُسے عیش بھاتا نہیں

ایک بار کسی خواص سے شکر رنجی ہو گئی۔ اور اس نے ایسی ویسی خبریں بادشاہ کے کان تک پہنچا دیں۔ بادشاہ یہ سنکر نہایت ہی برہم ہوا۔ اور زیب النساء

(بقیہ نوٹ) گذر جائے چیونٹوں سے بھی جہر کا طرح رعب و داب ہو یدا تھا قدرت سے ہی اُس نے کچھ نقش و نگار ایسے موزون پائے گئے کہ اُسکی صورت کے دیکھنے والوں میں اُسکی خدمت یا قربت یا باتیں کرنے کی آرزو فوراً پیدا ہو جاتی تھی ؛

کو دہلی میں بلا کر شادی کرنے پر مجبور کیا۔ جب شہزادی نے دیکھا کہ بغیر میری شادی کئے بادشاہ باز نہیں آئیگا۔ تو مستبعہ عرض کی کہ نکاح رسول مقبول کی سنت ہے۔ حکم خدا اور رسول کے بجالانے سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر میری آرزو یہ ہے کہ تمام اعلیٰ درجہ کے ارکین دولت اور اعیان سلطنت کی تصاویر آپ طلب فرمائیں۔ ان تصویروں کو دیکھکر جس شخص کو میں پسند کروں۔ اُس کے ساتھ میری شادی کر دیجئے۔ پادشاہ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور تمام ذی رتبہ لوگوں کی تصویریں منگوائیں ✦

زیب النسا بیگم نے عاقل خاں ہی کی تصویر کو پسند کیا۔ پادشاہ نے اُس کے نام رقعہ لکھا کہ "برخوردار زیب النسا بیگم کی شادی منظور ہے اور اُسکا میلان طبع تمہاری طرف پایا جاتا ہے۔ اگر تمہیں حکم خدا و رسول اپنے عقد زوجیت میں لانا منظور ہے تو آؤ" ادھر یہ شاہی رقعہ بھیجا گیا۔ ادھر ایک امیر نے حسد کے مارے خفیہ طور پر ایک خط عاقل خاں کو لکھ بھیجا کہ دختر شاہ سے عشق کرنا بازیچۂ اطفال نہیں ہے۔ شاہ کو آپ کی کارروائیوں کی خبر پہنچ گئی ہے۔ اب آپ دہلی تشریف لائے اور اپنے عشق کا انجام بھگتئے ان دونوں کے خطوں کے پہنچنے سے عاقل خاں کو خیال گذرا کہ ضرور میرا راز افشا ہو گیا۔ اور بادشاہ بغیر جان لئے پیچھا نہیں چھوڑیگا۔ بہتر ہے کہ نوکری سے ہاتھ اٹھاؤں۔ یہ سوچ سمجھ کر بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ شادی تو درکنار مجھے نوکری بھی منظور نہیں۔ شاہی نمک میں نے بہت کھایا ہے۔ اب معاف رکھا جاؤں۔ اور ساتھ ہی نوکری سے علیحدہ ہو کر خفیہ طور پر دہلی چلا آیا۔ زیب النسا بیگم کو جب یہ خبر اڑتی

اڑتے پہنچی تو اُسے از حد افسوس ہوا اور ایک محرم راز کو لکھا۔

شنیدم ترک خدمت کرد عاقل خان بنادانی

حامل رقعہ لیکر جا رہا تھا۔ رستہ میں عاقل خاں مل گیا اور اوس نے پوچھا "کدھر جا رہا ہے" اُس نے کل حال بیان کیا۔ عاقل خاں نے وہ رقعہ لیکر اُسکی پشت پہ لکھدیا۔

چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اور حامل رقعہ کو کہدیا کہ "جا شہزادی کے پاس اسے واپس لیجا بس یہی جواب ہے" کچھہ دنوں بعد سلسلہ آمد رفت پھر شروع ہو گیا عاقل خاں اکثر اوقات زیب النسا بیگم کے پاس جاتا تھا۔ شاہ کو لوگوں نے خبر دی مگر چونکہ کچھہ ثبوت نہ تھا اور اپنے ناموس کا بھی پاس تھا۔ اس لیے مصلحت وقت سوچکر چپ ہو رہا۔ مگر جاسوس مقرر کر دیے۔ کہ جب عاقل خاں آئے حضور میں خبر کر دیجائے۔ ایک روز زیب النسا بیگم باغ میں تھی عاقل خاں بھی موجود تھا۔ خبرداروں نے خبر کر دی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً ایک دستہ سپاہ جاکر تمام باغ کا ایسا مضبوط محاصرہ کرے کہ ہوا تک باہر نہ جا سکے۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔ فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ بعدہ اورنگ زیب باغ میں داخل ہوا کسی خواص نے یہ خبر زیب النسا بیگم اور عاقل خاں تک بھی پہنچا دی۔ دونو یہ خبر وحشت اثر سنکے بید کی طرح تھر تھرانے لگے منہہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں عاقل خاں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا کہ مجھے کہیں چھپا دو زیب النسا جو خود حواس باختہ ہو رہی تھی یہ کہنے لگی کہ کہاں چھپاؤں مگر چانا

ایسی عزیز ہوتی ہے کہ اُسکے بچاؤ کی خاطر انسان اکثر ناجائز حفاظت کر گزرتا ہے۔ زیب النسا نے عاقل خاں کو ایک بڑی سی دیگ میں بٹھلا کر سرپوش سے ڈھک دیا۔ اورنگ زیب نے باغ کا پتہ پتہ چھان مارا۔ مگر کہیں مطلوب کا پتہ نہ ملا۔ آخر الامر تمام خادموں کو بلا کر پوچھا۔ کسی کو دھمکایا۔ کسی سے انعام کا وعدہ فرمایا۔ مستورات کمزور طبیعت مشہور ہیں۔ ایک خواص نے بتلا دیا کہ فلاں دیگ میں چھپا بیٹھا ہے۔ بس پھر کیا تھا اورنگ زیب عالمگیر فوراً اُس دیگ کے پاس آئے۔ اور زیب النسا کو بلوا کر پوچھا کہ اس دیگ میں کیا ہے۔ زیب النسا نے ڈرتے ہوئے کہا۔ کہ پانی گرم کرنے کے لئے بھرا ہوا ہے۔ شاہ نے کہا پھر گرم کیوں نہیں کیا گیا۔ بولی ابھی تیار ہو جاتا ہے۔ شاہ نے کہا ابھی اس کے نیچے آگ جلا دو۔ زیب النسا دم بخود ہو گئی۔ دو طرفہ مصیبت میں گرفتار تھی۔ باپ کے حکم سے بھی نافرمانی نہیں کر سکتی تھی۔ اور عاشق صادق کو بھی جو ملنے پر نہیں دم بھر سکتی۔ کچھ دیر تک خاموش رہی۔ مگر جب شاہ نے دوبارہ باصرار حکم دیا تو جان لیا کہ باپ اس بد قسمت جانباز کی جان لئے بغیر نہیں ٹلیگا۔ مجبوراً دیگ کے نیچے آگ جلوا دی۔ اور دبی ہوئی آواز سے دیگ کے پاس کھڑے ہو کر کہا ؎

دم باش مثال کلہ باری

یعنی اے عاقل خاں اگر تو میرا عاشق صادق ہے۔ تو میری ناموس کی خاطر جان دیدینا۔ مگر آواز نہ نکالنا جیسے بکرے کی سری پک پک کر گل جاتی ہے مگر آواز نہیں نکالتی۔ دل جس طرف لگا ہوا ہوتا ہے اُس کے حصول کیواسطے انسان اخیر دم تک امیدوار رہتا ہے زیب النسا نے آگ بہت آہستہ آہستہ جلوائی۔ اس خیال سے کہ بادشاہ چلا جائے۔ تو نیم بسمل ہی نکال لوں

مگر ع

تقدیر کے لکھے کو مٹاتا نہیں کوئی

بھلا قضا کیونکر ٹلتی جب تک دو ڈھائی من لکڑیاں دیگ کے نیچے نہ جل چکیں اور اسکا گوشت گل کر حلیم نہ ہوگیا۔ اورنگ زیب بیٹھا رہا۔ مگر واہ رے عاشق! صادق القدمی ہو تو ایسی ہو۔ جل کر راکھ ہو گیا مگر اف تک نہ کی۔ ڈاکٹر برنیر نے اس واقعہ کو بچشم خود دیکھا ہے۔ اور اپنے سفرنامہ میں درج کیا ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے کبھی کسی کو ایسی بہادری اور ثابت قدمی سے جان دیتے نہیں دیکھا۔ نہ سنا۔ جیسا کہ عاقل خاں نے جان دی۔

بعض مورخ لکھتے ہیں کہ عاقل خاں کو جلا کر اورنگ زیب نے اپنی بیٹی کو بھی قید میں ڈال دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسبات پر نہیں۔ بلکہ شہزادہ اکبر سے جو باپ سے باغی ہو گیا تھا۔ خط و کتابت کرنے کی وجہ سے زیب النسا قلعہ سلیم گڑھ میں قید کی گئی تھی۔ بہرحال کسی باعث سے قید ہوئی ہو مگر قید میں ضرور رہی۔ جس کا ذکر وہ خود بعض غزلوں میں کرتی ہے۔ مثلاً ؎

وہ کہ زقید ستم آزاد نگشتم | یک لحظہ زغمہائے جہاں شاد نگشتم
گرچہ بزنجیر مخفی زد بدیوار غمم | شکر اللہ کز جفائے ہمرہاں آلودہ ام
دل من اسیر مخفی ببلائے ہجر تا کے | بخبر ہوائے وصلت گنہ دگر ندارم
تا مرا زنجیر در پائے دل دیوانہ شد | دوست شد دشمن مرا و آشنا بیگانہ شد

بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ قید میں رہائی کے لئے تڑپتی تھی۔ اور دن گنتی رہتی تھی۔ چنانچہ ایک شعر میں کہتی ہے ؎

مخفی امید رہائی تا بروز حشر نیست | خاک غربت ہر کہ را عہد دامنگیر شد

جب اسیری سے رہائی ہوئی تو باقی عمر دہلی میں اقامت گزیں
رہی۔ مگر گوشہ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ اور سب سے ملنا جلنا ترک کر دیا تھا
ہاں! اپنی تاریکی کے اجالے اور تنہائی کے رفیق یعنے شاعری سے تھوڑا
بہت سروکار رکھا تھا جس سے وہ زمانہ کی بیوفائی۔ حاسدوں اور
دشمنوں کی بیجا مظالم کی شکایتیں کرتی رہتی تھی۔ چنانچہ کہتی
ہے ؎

دگر مخفی چہ فکر نام و ننگ است
حریفاں چوں ترا بدنام کردند
روز نو میدی چو آید آشنا دشمن شود
غم جدا شادی جدا دوست جدا دشمن شود
بس مخفی در دل ما با کسے چوں دشمنی
ہر کہ با ما دشمن است او با خدا دشمن شود
شکوہ از بیگانگان و آشنایاں چوں کنم
تفرقہ یا روز ازل بخت زبونم دادہ اند

چونکہ خود تجربہ ہو چکا تھا ایک مقام پہ کہتی ہے کہ معاملہ عشق میں
کسی کو ہمراز نہ بنانا چاہیئے ؎

رہ عشق است مخفی مجرد باید رفتن
کہ گر عیسے بود ہمراہ رفاقت را نمے شاید

ناصر علی نے ایک بار ایک قطعہ لکھ کر خدمت میں روانہ کیا ؎

بہ رعنائی تو گر زیب عرب بیرون نہ مقام خود
کہ چون ماہ درمیان سہ چاہ تاریکی بدام خود

تماشا کردہ ام باغ و بہار بید ماغی را
پس از عمر علی بہ خویش مے خوانم کلام خود

مگر اس کا جواب کچھ نہ آیا۔

اس مقام پر ایک اور لطیفہ بھی قابل اندراج ہے۔ بیگم صاحبہ عبد رہائی جب دہلی میں تشریف فرما تھیں تو یہ قطعہ اپنے حسب حال لکھا ہے

نشکند دستے کہ خم در گردن یارے نہ شد
کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدارے نہ شد
صد بہار آخر شد و ہر گل بفرقے جا گرفت
غنچۂ باغ دل ما زیب دستارے نہ شد

یار لوگوں نے جو خواہ مخواہ اس سے چھیڑ چھاڑ رکھا کرتے تھے جب اس قطعہ کو سنا تو اس پر طرح طرح کے مذاق اڑائے اور میر زور خاں نے ایک مطلع اپنی طرف سے لگا کر اس کو مخمس کر دیا ہے

پیر شد بی بی النساء لیکن خریدارے نہ شد

وفات

آخر وقت تک دہلی میں ہی اقامت گزیں رہی۔ سنہ ۱۱ھ میں ایک دن شام کو بہلی خنکی ہوئی۔ رات کو تشنگی معلوم ہوئی۔ خادمہ نے پانی دیا صبح کو تپ معلوم ہوئی۔ سات روز بیمار رہی۔ اور آٹھویں دن راہی ملک عدم ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

محمد محی الدین عالمگیر اس وقت برہان پور میں تھا۔ وہیں اس کا وصیت نامہ منگوایا اور اسی کے بموجب نعش [illegible] میں لے [illegible]

اُس باغ میں جو اُسنے نواں کوٹ کے قریب بنوایا تھا. دفن کی گئی -
تاریخ وفات اُس کی جو کسی شاعر نے لکھی ہے بہت ہی عجیب ہے ؎

آہ زیب النساء بحکم قضا ناگہاں از نگاہ مخفی شد
منبع علم و فضل و حسن و جمال ہمچو یوسف بچاہ مخفی شد
سال تاریخ از خرد جُستم گفت ہاتف کہ ماہ مخفی شد

اس باغ کو معہ ایک مقبرہ کے زیب النساء نے اپنی حیات میں تیار کرایا تھا - چار دیواری اس باغ کی پختہ اور چار دروازے سے تھے اب شمالی دروازہ اور دروازہ کلاں شرقی موجود ہیں. مشرقی دروازہ کلاں کے چاروں گوشوں پر چار مقطع برجیاں کانسی کار بارہ درکی بنی ہوئی ہیں. دروازہ کی وسعت اس قدر ہے کہ ہاتھی معہ عماری گذر سکتا ہے مگر زمینداروں نے اب اُسے بند کر دیا ہے - اس دروازہ کی عمارت اور نشستگاہیں قابل دید ہیں - یہ دروازہ اب ایک نمبردار کے قبضہ میں ہے - اور جولاہے کرایہ دار رہتے ہیں. شرقی باغ کے دروازہ کے گوشوں پر جو دو برج شالامار باغ کے بُرجوں کی طرح کے ہیں اب تک موجود ہیں - دوسری ڈیوڑھی شمالی بھی قدیم ڈیوڑھی ہے جس میں اب گانوں والوں کی آمد و رفت ہے اور ایک خورد دروازہ جنوب کی طرف ہے - نصف باغ میں اب موضع نواں کوٹ آباد ہے کیونکہ مقبرۂ زیب النسا بیگم اس باغ کے وسط میں تھا اور اب غربی دیوار موضع کے ساتھ ملحق ہے - اپنے وقت میں نہایت آراستہ تھا اور شالامار باغ سے دوسرے درجہ پہ گنا جاتا تھا - اس باغ کی سڑکیں سب سنگ سُرخ کی تھیں - اور حوض اور شاہ نشینیں سنگ مرمر کی -

مقبرہ بھی نیچے سے اوپر تک سنگ مرمر کا تھا۔ اور طلائی خالص کا کلس اُس پر نصب تھا۔

جب سلطنت اسلامیہ جاتی رہی اور سکھا شاہی تاریکی نے پنجاب کو گھیر لیا۔ اور لاہور میں تین حاکم ایک شہر کے مقرر ہوئے تو مقبرہ معہ باغ نواب وزیر خاں۔ عمارات شمالی سمت لاہور۔ وغیرہ۔ سوبھا سنگھ احد الحاکم کے ماتحت آگئیں۔ اسکے اہلکاروں میں ایک شخص محکم دین نامی از قوم ارائیں تھا اور یہ تمام باغات اُس کے سپرد تھے۔ اُس نے اس باغ کو باجازت سوبھا سنگھ اپنا مسکن بناکر آباد کیا اور اس کا نام نواں کوٹ رکھا۔ غرضی دیوار اُسنے گرا کر مکانات بنوائے۔ فوارے سنگ مرمر کے اور خیابان سب اکھڑوا دیں حوضوں کو بند کروادیا۔ پتھر فروخت کر دیے مگر مقبرہ بدستور رہنے دیا۔ اب جاکر دیکھو تو اور بھی بوسیدہ ہوگیا ہے۔ اگر جلد تر اسکی خبر نہ لی گئی۔ تو ایک دن کھنڈر ہو جائیگا۔ اور عنقریب کوئی نشان ایسا باقی نہ رہیگا۔ جس سے معلوم ہو کہ ہندوستان کی بے نظیر شاعرہ کہاں اور کس جگہہ دفن ہوئی تھی۔

باوجودیکہ زیب النسا کفایت شعار تھی تاہم اوسکی فیاضیاں بہت مشہور ہیں۔ صرف چار لاکھہ روپیہ سالانہ کی جاگیر اُسکے نام تھی جو علمی شوق کے پورا کرنے میں خرچ ہوتی تھی۔ پھر بھی کچھہ نہ کچھہ بچاکر مختلف فیاضیوں میں خرچ کرتی تھی۔ ہر سال سینکڑوں حاجیوں کو اپنے پاس سے زاد راہ دیکر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھیجتی تھی ہزارہا یتیم بچوں اور بیواؤں کی پرورش اُسکی طرف سے ہوتی تھی۔ الا سپر بد

باغ جو بنام "چو برجی والا باغ" مشہور ہے۔ اُسنے اپنی کفایت شعاری سے روپیہ بچا کر بنوایا تھا۔ ایک دن باغ میں تشریف فرما تھیں میابائی بھی ساتھ تھی۔ باتوں باتوں میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر چل پڑا۔ آہ سرد بھر کر بولی! حضور! عمارات اور اولاد سے کچھ مدت کے لئے دنیا میں نام رہجاتا ہے ایک ہم ہیں کہ خدا نے اولاد بھی زندہ نہ رکھی اور نہ اتنا روپیہ دیا ہے کہ کوئی عمارت بنوا کر چند روزہ نام چھوڑ جاتے۔ ان الفاظ کا زیب النسا کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ اُس کی رگ فیاضی جوش میں آگئی۔ اور اُس نے دایہ کی دیرینہ خدمات پر نظر کر کے یہی باغ اُس کو عطا کر دیا۔ شرقی دروازہ پر جو قطعہ لکھا ہوا ہے وہ یہ ہے ؎

بنا پذیر شد ایں باغ روضہ رضوان

(دوسرا مصرع خراب ہوگیا ہے پڑھا نہیں جاتا)

نگشت مرمت ایں باغ بر میا بائی

ز لطف صاحب زمینده بیگم دوراں

اب باغ نہیں رہا صرف چند ٹوٹے ہوئے کھنڈرات انارکلی کے جنوب کی جانب باقی رہگئے ہیں مگر تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اپنی صنعت میں اعلےٰ درجہ کا نمونہ تھا۔ چونکہ اس میں چار مینار دروازہ پر تھے۔ اسلئے یہ باغ اب تک "چو برجی والہ" باغ کے نام سے مشہور ہے اس باغ کا عالی شان محرابی دروازہ مشرق کی سمت ہے۔ دونوں طرف چوکیاں بنی ہیں۔ اور اندر دروازہ کے شمال وجنوب کی سمت دو دو شہ نشینیں دو منزلہ بنی ہیں مینار ہشت پہلو منقطع ہیں جن پر کاشی کا کام ہے۔ اندر بھی

عمارات پر بھی کالسنی کا کام نظر آتا ہے۔ دروازہ کلاں کے اوپر دو فٹ نیچے منڈیر سے مطول کتبہ ہے۔ اس میں قرآنی آیات میں سے وہ متبرک آیت جس کا نام آیت الکرسی ہے بخط عربی تحریر ہے۔ دوسرے کتبہ میں اشعار بخط فارسی تحریر ہیں۔ اس دروازہ کی منڈیر دن کے نیچے تین کھڑکیاں قالبوتی بنی ہوئی ہیں۔ اندر جاتے ہی شمال وجنوب میں ہشمن مکان ہے۔ جس کی چھتیں قالبوتی اور گنبدی ہیں۔ اسکے آگے ایک اور مکان قالبوتی جسکے دو درجے ہیں موجود ہے۔ اس سے آگے متصل منیار غربی ایک عمدہ شہ نشین بنی ہوئی ہے۔ اس پر کالسنی کا کام ہے۔ اور منزل ثانی کے دروازوں پر دونوں جانب مرغول پر لفظ اللہ تحریر ہے۔ اور بازارِ جنوبی پر ایک کتبہ ہے جس پر کچھ لکھا ہوا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا۔ صرف اس قدر پڑھا جاتا ہے۔

میا بائی چوں روضہ عالی ارم .... بر ساخت

اوپر جانے کے لیے اب کوئی رستہ نہیں ہے اور نہ اندر کی محراب موجود ہے۔

باغ کی موجودہ حالت

آہ! وہ باغ جو ایک دن باغ ارم کا نمونہ ہوگا آج ناگفتہ بہ حالت میں ہے! وہ چمنستان جس میں سیر کناں کے دماغ خوشبوؤں سے معطر ہوتے ہونگے آج جنگل ہو گیا ہے۔ وہ نسیم سحری جو اس گلزار سے گذر کر نیم مردہ دلوں میں جان سی ڈالا دیتی ہوگی۔ آج بادِ سموم کے ہم وزن چل رہی ہے۔ باغ ویران ہو گیا ہے۔ پھولوں کی کیا۔ کیاریوں میں پانی کی دستیابی سے ایک بوٹا تک نہیں ہے۔

زمینداروں نے روشوں اور خیابانوں کو اکھاڑ کر فصل بونے کو کھیت بنا لئے ہیں۔ البتہ کہیں کہیں پرانے درخت جو دست برد اور حوادث زمانہ سے بچ رہے ہیں اس کی پرانی عظمت اور شان کی شہادت دے رہے ہیں وہ مقبرہ جس میں شہزادی زمانے کے جھگڑوں سے آزاد آرام و راحت میں میٹھی نیند سوتی ہے اسکی صورت ایسی متغیر ہو گئی ہے کہ دہلی کی کھنڈرات بھی اس سے کم چھپے نظر آتے ہیں۔ ٹوٹے پھوٹے گنبد اور شکستہ چار دیواری کچھ ایسی بے سر و سامانی کی حالت میں پڑی ہوئی ہے کہ دیکھتے ہی انقلاب روزگار کا نقشہ آنکھوں میں کھنچ جاتا ہے۔

مولف ایک دن دیکھنے کے لئے وہاں گیا تو دیرینہ لوگوں سے معلوم ہوا کہ ایک شخص محکم الدین آرائیں کا جس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو جنگ کے موقعہ پر بہت مدد دی تھی مہاراجہ کے آگے بہت اقتدار ہو گیا تھا چنانچہ ہر ایک امر میں خواہ ملکی ہو یا خانگی۔ رنجیت سنگھ اس سے مشورہ لیا کرتا تھا اور ایک طوائف موراں نامی کا بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ اقتدار تھا یہانتک کہ موراں شاہی گز اور موراں شاہی باٹ اسکے نام پر چلتے تھے۔ نورجہاں کی طرح موراں شاہی سکہ بھی اسکے نام پر تھا ایک دن رنجیت سنگھ کے روبرو کسی بات پر موراں طوائف اور محکم الدین میں بگڑ گئی اور نوبت بانجا رسید کہ موراں نے کہا اگر تیرے سر پر گوکرا رکھوا کر ٹکے ٹکے کا ساگ نہ بکواؤں تو موراں میرا نام نہیں محکم دین نے جواب دیا جو تجھے بھی ٹکے ٹکے پر برا بھلا نہ کرایا تو مجھے محکم دین کہنا اس طرح کی علانیہ گفتگو مہاراجہ رنجیت سنگھ کو سخت ناگوار گذری اور وہ محکم دین سے یکبخت پھر گیا اور موراں کے ایما سے دوسرے دن اسکی جائداد کی ضبطی کا حکم دیا۔ ان دنوں بارہ دری قلعہ کے آگے بن رہی تھی وہاں پتھر کی

ضرورت تھی. سکھہ جب مکان ضبط کرنے کو نیا کوٹ گئے تو پھر تک مرزوا
لائے - اور مقبرہ ویران کر آئے ؎

آں قصر کہ بر چرخ ہمی زد پہلو　　بر درگہہ او شہاں نہادندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختہ　　بنشستہ ہمیگفت کہ کو کو کو کو

پچھلے دنوں میں گورنمنٹ نے پرانی عمارت کی مرمت پر کچھہ روپیہ صرف
کیا تہا - دیرینہ اور شکستہ عمارات کی فہرست بنائی گئی تھی تو اس مقبرہ کا نام
بھی لکھا گیا تھا - اُسوقت چونہ سے تھوڑی بہت پچہ کاری ہوگئی تھی مگر
اب پھر وہی حال ہے.

اس مقبرہ پر خدا جانے کس کا قبضہ ہوگیا ہے جس نے چاروں دروازوں
کو پھوس کی ٹٹیاں لگواکر بند کردیا ہے اور اُس میں مرغیاں پال رکھی ہیں
جس سے مقبرہ غلاظت سے بھرا رہتا ہے - اور مرغیوں کی حفاظت کیلئے
ایک کتا پالا ہوا ہے جو زایروں کی مزاج پرسی کرلیتا ہے. اور اُسوقت
کسی کی پیشینگوئی جو دہلی والوں کے بارے میں تھی یاد آجاتی ہے.

" جنگل کے وحشی جانور تجھہ میں بسیرا لینگے - اور تیرے گھروں میں نہایت
منحوس جانور چیخیں اور چلائینگے. دروں پر اُلو پاسبانی کرینگے اور عشرت
منزلوں میں بندر ناچینگے.

زیب النسا بیگم اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ علم دوست تھی - لایق آدمیوں کی
قدر کرتی تھی. مصنفوں اور شاعروں کو اُن کی تصانیف کے صلہ میں مالامال کرتی
تھی - اُسنے خوشنویسوں اور کاتبوں کو نوکر رکھہ کر عمدہ اور لاجواب اور نایاب
کتابوں کی نقلیں بہم پہنچائیں. اور اس طرح سے وہ لاجواب کتب خانہ
قایم کیا جس کا شہرہ ایران اور توران تک پہنچ گیا کشمیری کاغذ اور وہاں کے

خوشنویس چونکہ اس زمانے میں بہت مشہور تھے اس لئے زیب النسا نے بحث کا لحاظ کر کے محمد محی الدین عالمگیر سے اجازت حاصل کی اور وہاں کتابت کا دفتر قائم کیا۔ وہاں سے کتابیں تیار ہو کر اس کے پاس آتی تھیں اس دفتر کا انتظام ملا محمد شفیع الدین صاحب کے سپرد تھا اور ان کو تنخواہ بھی زیب النسا کی سرکار سے ملتی تھی۔ ملا صاحب نے باستمداد ملا عنایت احمد صاحب کلام مجید کی تفسیر بنام زیب النسا تالیف کی اور اس خوب صورتی اور آراستگی سے تیار کرایا کہ خود عالمگیر دیکھ کر پھڑک گیا یہ نسخہ اب تک ولایت ایران کے کتب خانہ میں موجود ہے ۔

ایک مثنوی مولوی معنوی کے ڈھنگ پر لکھی گئی ہے۔ مگر چھپی نہیں اس مثنوی میں کوئی دو تین شعر ہونگے۔ معرفت کا دریا بہا دیا ہے اور کتابیں بھی بنام نامیہ تصنیف ہوئی تھیں مگر اب پتہ نہیں چلتا ہے ۔

اس کا قاعدہ تھا کہ صبح اٹھ کر حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر نماز پڑھتی تھی بعدہٗ تلاوت قرآن شریف۔ پھر کتابیں جو تیار ہو کر آتیں ان کا مطالعہ کرتی پھر کسی دیوان کو لے کر دیکھتی تھی۔ اس میں سے جو طرح پسند آتی اس پر آپ غزل لکھتی تھی۔

دیوان حافظ کا اکثر مطالعہ رہتا تھا اور زیادہ تر غزلیں دیوان حافظ کی طرح پر لکھی گئی ہیں۔ اور عمدہ لکھی گئی ہیں۔

لوگوں کا یہ بھی بیان ہے کہ شروع میں جو غزلیں لکھتی تھی مقطع میں اپنا تخلص نہیں رکھتی تھی۔ بلکہ دارا شکوہ کے نام (جس کے ساتھ اس کا بہت پیار تھا) موسوم کرتی تھی۔ دیوان دارا شکوہ میں اکثر غزلیں اس کی تصنیف سے ہیں چنانچہ دیوان دارا شکوہ کا پہلا شعر یہ ہے۔ شعر

ھمہ موجود ورد بود ما

گنج مخفی است ایں نمود ما

سو یہ اشارہ زیب النسا کی طرف ہے جس نے دیوان مرتب کرنے میں بہت کچھ مدد دی تھی اس میں جائے کلام نہیں کہ شاعری میں اس نے فنا فی الشعر کا رتبہ حاصل کر لیا تھا۔ دن رات اسے شعر بنانے کی دُھن لگی رہتی تھی مگر افسوس کہ اُس کی آنکھ بند ہوتے ہی خاندان تیموریہ میں فتنہ و فساد برپا ہو گئے جو ایک عرصہ دراز تک فرو نہ ہو سکے ایسے وقت میں علمی معلومات کی طرف توجہ ہونا ناممکنات سے ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ زیب النسا کی ساری تصانیف اب تک دستیاب نہیں ہو سکیں اور تو اور دیوان بھی مکمل نہیں ملتا اس کے اشعار اس پریشانی سے اِدھر اُدھر پڑے ہوئے ہیں کہ جن کا سمیٹنا نہایت ہی دشوار ہے اور اسی باعث سے کوئی اس تکلیف کو گوارا نہیں کرتا ۱۳۵۰ھ میں اس کا کلام جو دست برد اور حوادث زمانہ سے بچ رہا تھا جمع کیا گیا۔ اور دیوان مخفی نام رکھا گیا۔ مگر یہ بالکل نامکمل تھا اس میں صرف ۴۲۱ غزلیں اور چند رباعیات تھیں اور بس ۱۲۸۱ھ میں پھر کوشش کی گئی اور ۵۰ سے زیادہ غزلیں اور ملیں جو دیوان میں شامل کی گئیں ؞

بعدہٗ اس کی بہت سی نقلیں بھی کی گئیں اور جہاں تک ہو سکا زیادتی بھی ہوتی گئی مولف نے بہت سے نسخے دیکھے ہیں۔

پہلا نسخہ۔ مولوی حسن علی اکبر آبادی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے سنہری جدول ہے خط نہایت پاکیزہ مگر گنجان۔ خاتمہ پر سنہ ۱۲۸۸ھ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاید پہلا نسخہ ہوگا جو دیوان مرتب کرنے کے بعد نقل کیا گیا تھا۔

دوسرا نسخہ خط نسخ میں ملا۔ مگر اکثر مقامات پر کتابت میں غلطیاں تھیں۔

کاتب کا نام پڑھا نہیں جاتا۔ صرف ۔ ۔ ۔ ۔ خاں بیگ پڑھا جا سکتا ہے سنہ بھی مٹ گیا ہے مگر جب خوردبین سے دیکھا گیا تو ۱۰۹۶ یا ۱۱۰۷ معلوم ہوتے ہیں۔

تیسرا نسخہ مسٹر مور کے پاس دیکھا گیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں کابل میں ہاتھ لگا تھا۔ یہ بہت عمدہ ہے۔ اس نسخے کی خوبی نہ صرف اس کی صحت اور خوشخطی پر منحصر ہے۔ بلکہ جدولوں پر نہایت ہی خوبصورت کام کیا ہوا ہے سنہ کتابت تو معلوم نہ ہو سکا۔ مگر بوسیدگی کاغذ و طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت پرانا ہے کم از کم سو سال کا لکھا ہوا ہو گا۔

چوتھا نسخہ منشی رحیم بخش صاحب (پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ) کے پاس سے آیا یہ گو خوشخط نہیں ہے۔ مگر اس میں غزلیں سب سے زیادہ ہیں یہ تازہ لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ تو بھی چالیس سال سے کم پرانا نہیں۔

پانچواں نسخہ سید بہادر شاہ صاحب سوداگر عجائبات کے پاس سے ملا گو اس کا خط معمولی اور بے قاعدہ ہے مگر اکثر مقامات پر غلطیاں پائی گئیں جو کاتب کی کم علمی کے باعث سے تھیں۔ کاتب کا نام حسن علی ہے۔ مگر سنہ کتابت ندارد ہے۔

چھٹا نسخہ۔ ایران کا چھپا ہوا تھا۔ یہ بھی مثل نسخہ بالکم و بیش غلط تھا مگر خط پاکیزہ تھا۔

ساتواں نسخہ پنجاب پبلک لائبریری میں دیکھا گیا ہے یہ بھی قلمی ہے مگر صحت اور خط میں نہایت وقعت کے قابل ہے یہ ۱۲۱۳ھ کا لکھا ہوا ہے۔

آٹھواں نسخہ مطبع نولکشور لکھنؤ کا چھپا ہوا مگر نامکمل ہے۔

نواں نسخہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ کا چھپا ہوا مگر نامکمل ہے۔

دسواں نسخہ یہ بھی مطبع نولکشور لکھنؤ کا چھپا ہوا ہے۔ اس کا کاغذ بہ نسبت دونوں پہلوں کے قدرے عمدہ ہے اور خط بھی صاف ہے۔

گیارہواں نسخہ یہ بھی منشی نولکشور کے مطبع کا چھپا ہوا ہے اس میں چند اور غزلیں زیادہ ہیں۔

بارھواں نسخہ - ایضاً

تیرہواں نسخہ - ایضاً

چودہواں نسخہ - ایضاً

پندرہواں نسخہ - یہ بھی مطبع منشی نولکشور کا چھپا ہوا ہے - مگر کانپور میں طبع ہوا - اس کے ۲۸ صفحہ ہیں - خط معمولی مگر غلطیاں بہت -

سولھواں نسخہ - یہ آفتاب پریس کا چھپا ہوا ہے اور عمدہ طور سے تکمیل کو پہنچایا گیا ہے - کاغذ اور کتابت لائق تعریف ہے مگر نامکمل ہے -

سترہواں نسخہ - یہ لاہور میں چھپا ہے مگر ایسا عمدہ نہیں چھپا ہونا چاہئے -

افسوس زمانہ کی ناقدر دانی نے اس کی محنت کی داد اچھی طرح سے نہ دی سوائے ایک دیوان کے اور کوئی اس کی تصنیف نہیں چھپی ہے - دیوان بھی جو آجکل بازاروں میں ملتا ہے بالکل نامکمل ہے دیوان کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے کلام میں بلند پروازی رنگینی - نازک خیالی وغیرہ تو بہت کچھ ہے مگر ناتمام ہے سو اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ عورت تھی اگر مرد ہوتی تو خدا جانے کیا ستم ڈھاتی - پھر بھی ہر ایک بات کو نہایت خوش اسلوبی سے بنایا ہے تمثیل - تشبیہہ - استعارہ کو اپنی صنعت میں نئی ترکیب دیکر ایسی دستکاری اور میناکاری کی ہے کہ بعض بعض مقام پر ہمعصر توکیا - شعرائے متقدمین سے بھی میلوں اونچی اوڑ گئی ہے ؎

شوکت الفاظ بزبان حال سے چلا چلا کر بتلا رہی ہے کہ اگر قصیدہ مدحیہ لکھتی تو لاجواب لکھتی مگر اس طرف توجہ ہی نہیں ہوئی البتہ نعتیہ قصائد لکھے ہیں سو انکا طرز یہی -

ہوتا ہے۔

ایران میں اسکا دیوان خوب مقبول ہوا ہے وہاں کے قدر شناسوں نے اسکو قبولیت کی الماریوں میں بڑی خوشی سے جگہ دی ہے کیونکہ زبان نہایت ہی سادہ اور طرز بیان دلکش اور دلفریب ہے اور زمانہ کے مذاق کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اسکا کلام ہندوستان میں بھی نہایت عظمت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اسکی عظمت اور بزرگی زیادہ تر اس بات سے مفہوم ہوتی ہے کہ یہاں والوں نے اسکے بہت سے مضامین کو رد و بدل کر کے اردو کا لباس پہنا کر فخر کیا ہے۔ چنانچہ زیب النسا کا شعر ہے

شعر بعد مردن گر مرا مدفون بتربت گل کنند — بس کہ در دل داغ دارم لالہ روید از زمین

اس مضمون کو اردو زبان کے شاعر نے یوں لیا ہے۔

پھول نرگس کے اگینگے قبر پر — مرگیا ہوں انتظار یار میں

دوسرا شعر ہے۔

شہید تیغ محبت ز خون کفن دارد — بزیر خاک بہ نعشم چہ حاجت کفن است

اسکو بھی یوں لیا ہے۔

ہمیں غسل میت کی حاجت ہو کیونکر — ہم اپنے ہی خون میں نہائے ہوئے ہیں

ایک اور شعر ہے۔

حق بمجنون اشتراک کوے لیلیٰ میکند — عشق چون غالب شود مسکن بیابان میشود

ترجمہ مضمون

ہم تو بیٹھے یار کی دیوار سے لگ کے تا — مجنوں کو تھا جنوں جو بیاباں میں رہ گیا

ایک اور شعر

چون نسیم خو نیم [illegible] ہر رنگے تا رسیم — رنگ من در سینہ ہائے لالہ گلگون غنچہ شد

ترجمہ

ظاہر میں میرے حال کو سرسبز نجانو ۔۔۔ باطن میں ہر اک خون ہوں مانند حنا کے

عرب اور عجم کے شعراء کے کلام نے زیادہ تر عشق اور حسن کے ولولے کا لہو
کے باعث سے فروغ پایا ہے اسکی وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ عجم کے لوگ گل و
بلبل کے مضامین کی بہ نسبت نیچرل مضامین کی زیادہ قدر کرتے تھے اور عرب شعرا
نے جنکو عام کی جانب سے واہ واہ حاصل کرنا ہر وقت مد نظر ہوتا تھا۔ لوگوں کی طبیعت
کو اس طرف گرویدہ دیکھا تو شہرت حاصل کرنیکے واسطے اسی طرف زور طبیعت
لگانا شروع کر دیا اور نازک سے نازک باریکیاں نکالیں ✤

چونکہ ہندوستان شاعری کے فن میں ایران کا مقلد ہے اسوجہ سے زیب النسا
بیگم کو بھی تقلید کرنی پڑی اور ایرانی ہی طرز کو اختیار کیا تاہم سارے دیوان میں ایک
بھی ایسی غزل نہ ہوگی جس میں اسنے کمال آزادی اور حق گوئی سے اہل دنیا کو نصیحت
اور پند سے ممنون نہ کیا ہو۔

بلکہ اس کا سارا دیوان ہی معرفت اور موعظت کا دریا ہے اس مقام پر
اسکے چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں جس سے بخوبی تصدیق ہو سکتی ہے چنانچہ کہتی ہے۔

(۱) زمانہ کی شکایت بیجا ہے۔

زبان حوصلہ بادا بریدہ آنکس را ۔۔۔ کہ پیش غیر شکایت روزگار کند

(۲) وقت کو غنیمت سمجھو۔

فرصت شمر غنیمت دریاب فیض عمر ۔۔۔ گلچیں بزعم بلبل و بلبل بخواب گیر

(۳) تکالیف اٹھائے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

بے نیش الم لذت از نوش نیابی ۔۔۔ بر بستر غم بایہ مقصود بسر گیر

(۴) عشق برا ہے۔

ہر کرا در سر فتاد اندیشہ سودائے عشق ۔۔۔ نیست آنرا جز بآموختن فنا

(۵) روٹی کے پیچھے قدر گنوانا عقلمندی نہیں۔

خواہی کہ آبروے نہ ریزی بزیر خاک | بر سفرۂ زمانہ و دون چو مگس مباش

(۶) بیجا خاموشی بھی دلیل نادانی ہے۔

بکشا زباں بہ گفت غلو و ہوائے نفس | چوں مرغ نکتہ سنج اسیر قفس مباش

(۷) سفر آخرت کیلئے ہمیشہ تیار رہو

زد طبل رحیل سفرت قافلہ عمر | مخفی منشیں غافل و در فکر سفر باش

(۸) ایضاً

عمر شد در فِ ہوا وقت رفتن در رسید | پیروی تا چند مخفی نفس کافر کیش را

(۹) غیر کی مصیبت میں ساتھ دو اور اسکی دلجوئی کرو۔

ہر کجا بزم مصیبت گرم گردد در جہاں | در تکلم بلبل و در سوختن پروانہ باش

(۱۰) غیر مجلس میں جاؤ تو سلیقہ برتو۔

رو بزم ادب راہ چو یابی بادب باش | بکشا لب گفتار خود و گوش بلب باش

(۱۱) مصیبت کیوقت گھبرانا نہیں چاہیئے۔

نالہ در ہنگام محنت عافیت دوں ہمتیست | نیست یکساں کار عالم مخفیا مردانہ باش

(۱۲) بدنام ہوکر پھر نیکنام بننا بہت ہی مشکل ہے۔

آلودگی زدامن عصمت نمے رود | صد رہ بآب دیدہ اگر شست و شو کنم

(۱۳) گناہوں سے توبہ کرو اتوبہ

ہر کہ بدرگاہ غفور روے خجالت نہاد | سر بفلک میکشد رفعت ایوان او

(۱۴) دولت دین عزت سے حاصل ہوتی ہے۔

دولتے خواہی کہ باشد پائدار و برقرار | نیست ایں دولت بجز غیرتے [illegible]

(۱۵) ہمت نہ ہارو۔

ــــــــــــــــــــ

شہ مثنیہ ایک شعر مخفی صاحب کا ہے اسی مضمون پر سے

منکر صد حاتم طے در نعم مثل گداست   حیف باشد گر گدا طبع و گدا دل باشم

(۱۶) موت سے مت ڈرو کیونکہ یہ اٹل ہے۔

بزم ہر راہ اجل بنشستہ ایم مرگ چیست   خلق و عالم رفتہ اند این راہ من ہم میروم

(۱۷) یار کے خاطر ہو نہ بار خاطر

بہر طبع اہل مجلس مخفی گریان بآید   پروانہ جان فشاند گریہ چو چراغ بہ دم

(۱۸) مال و دولت پر نازاں نہ ہو

ای منعم بدولت منازید شکر   کز زادہ ای بخلاف غنی کرد درد

(۱۹) احمق کے آگے رونا آنکھوں کا نقصان ہے۔

پیش لایعقل ز دانش دم زدن دیوانگیست   گفتگوئے عقل را با مردم نادان چہ سود

(۲۰) عالم بے عمل اور جاہل یکسان ہیں

میان عالم و جاہل برابر از موئے   تفاوتے نبود تا کہ علم بے عمل است

(۲۱) محنت سے سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔

گر بچشم تربیت بیند فروغ آفتاب   ہر کجا سنگے بود لعل بدخشانی شود

(۲۲) ہر چہ باشی باش لیکن اندکے زردوست مباش۔

بکار کسے نمے آید ہنر مخفی درین عالم   خر عیسی ہنرمند است اگر در کیسہ زر دارد

اب ہم اس کے دیوان کی ذاتی خوبیوں پر نظر ڈالتے ہیں اور ان مقولوں اور اشعار کو نقل کرتے ہیں جو زیب النساء کی تصانیف سے ہیں اور آجکل تقریر و تحریر دونوں میں مستعمل ہیں۔ مگر یہ ملحوظ خاطر رہے کہ ہمیشہ وہ اقوال ضرب المثل بننے کے قابل ہوتے ہیں جن کا مضمون عام لوگوں کے حسب حال ہو اور الفاظ سیدھے سادے ہوں اور طرز بیان میں لطافت پائی جائے سو یہ خاصیت زیب النساء بیگم کے کلام میں موجود ہے اور اسکے شعر میں ضرب المثل ہونے کی قابلیت ہے مثلاً۔

(۱) دام ہر کس کہ بگیرد در بیابان وحش و طیر
دست اعجاز محبت گردن آہو گرفت

(۲) آرسے آرسے در طریق خوبرویاں داد نیست

(۳) نشتر الماس را با دیدہ سودن مشکل است

(۴) گر آفتاب بود شمع روشنائی است

(۵) مفلس ہمیشہ منتظر خوان حاتم است

(۶) نومید نباید شدن از گردش ایام
ہر شام کہ آید ز پئے آن سحرے ہست

(۷) بستہ بہ آں لب کہ از گفت و شنو خاموش نیست

(۸) زبان بشکوہ کشودن زغیر بخرد نیست
مرا کہ دشمن جانی ہمیں زبان بس است

(۹) نو عروس دہر را دیدار داماد سے بس است

(۱۰) بہر کجا کہ روم یار ہمزبان من است

(۱۱) سر لشت کتابے کہ بود حرف تو اریخ
مضمون حروفش ہمہ اجزائے کتاب است

(۱۲) نومید نباید شدن از گردش ایام
شامے بجہاں نیست کہ او را سحرے نیست

(۱۳) در محبت امتیاز خسرو و فرہاد نیست

(۱۴) کف ہمت بلنداں بے درم نیست

(۱۵) نہ ہر سر تاج و تخت و سروری یافت
نہ ہر اسکندرے پیغمبری یافت

نہ ورہر چشمہ آب حیات است
نہ ہر آئینہ اسکندری یافت
(۱۶) نہ ہر خضری درین رہ رہبری یافت
(۱۷) طالب دیدار را دوی ایمن گلشن است
(۱۸) قطرہ قطرہ رفتہ رفتہ موج دریا میشود
(۱۹) عاشقاں را مسکن و ماوا بیابان است و بس
(۲۰) نہ بہر وفائے تو بستن تواں دل امید
نہ جفائے تو قطع نظر تواں کردن
نہ راز عشق تو بتواں نہفتن اندر دل
نہ غیر خویش کسے را خبر تواں کردن
(۲۱) ہم دیں و ہم دل بردۂ ہم قصد جانہا کردۂ
تو بہر تماشائی خود ایں فتنہ برپا کردۂ
(۲۲) من ز دل تنگ دل نہ من سنگ است
صحبت ما چو شیشہ سنگ است
مخفیا کے رسی بکوچہ دوست
راہ تاریک مرکبت لنگ است

ہم زیب النسا کے کلام کا شعراء قدیم کے کلام سے موازنہ کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اسکا کلام ان کے کلام کے آگے کیا رتبہ رکھتا ہے۔

حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

دل مے رود ز دستم صاحبدلاں خدارا
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

دہ روزہ مہر گردوں افسانہ ایست افسوں
نیکی بجائے یاراں فرصت شمار یارا

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

در حلقۂ گل و مل خوش خواند دوش بلبل
ہات الصبوح وحیوا یا ایہا السکارا

اے صاحب کرامت شکرانۂ سلامت
روزے تفقدے کن درویش بینوا را

آسایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

در کوے نیکنامی ما را گذر ندادند
گر تو نمے پسندی تغییر کن قضا را

آئینۂ سکندر جام جم است بنگر
تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

سرکش مشو کہ چوں شمع از غیرتت بسوزد
دلبر کہ در کف او موم است سنگ خارا

گر مطرب حریفاں ایں پارسی بخواند
در رقص و حالت آرد پیران پارسا را

آں تلخ وش کہ صوفی ام الخبائثش خواند
اشہے لنا و احلے من قبلۃ العذارا

ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی
کیں کیمیاے ہستی قاروں کند گدا را

خوباں پارسی گو بخشندگان عمر اند
ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را

حافظ بخود نپوشید ایں خرقۂ مے آلود
اے شیخ پاک دامن معذور دار ما را

زیب النسا بیگم

غم میکند فزونی اے دوستاں خدارا
شاید نہفتہ ماند ایں راز آشکارا

ما را چو موم بگداخت ایں آتش محبت
تا چند باشدت دل در سینہ سنگ خارا

مردیم گردشِ چرخ رحمے نکرد بر ما
تا کے تواں بد دشمن صاحب دلاں خدارا

مستی و تنگدستی بدنام خلق سازد
با طرز شہ چہ نسبت درویش بینوا را

کشتی عمر بشکست در بحر ناامیدی
مشکل کہ باز بینم دیدار آشنا را

حاصل نشد چو گاہے کامے ز تیر تدبیر — تدبیر را گذارم گردن نہم قضا را
بگذشت موسم گل شد نالہائے بلبل — تا کے شراب مستی یا ایہا السکارا
بر باد رفت در غم یاران ذخیرۂ عمر — باشد کہ گردش چرخ فرصت دہد شمارا
اے خسرو زمانہ بکشا و چشم عبرت — ور نامۂ سکندر احوال ملک دارا
یاران بزم عشرت مخفی وکوی محنت — با عافیت چہ کار است درویش بینوا را

حافظ رحمۃ اللہ علیہ

خوشتر ز عیش و صحبت باغ بہار چیست — ساقی کجا است گو سبب انتظار چیست
معنے آب زندگی روضۂ ارم — جز طرف جوئبار و مے خوشگوار چیست
ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار — کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست
پیوند عمر بستہ بموئیست ہوش دار — غمخوار خویش باش غم روزگار چیست
راز درون پردہ ز رندان مست پرس — اے مدعی نزاع تو با پردہ دار چیست
مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند — با دل بعشوہ کہ دہیم اختیار چیست
سہو و خطائے بندہ گرت نیست اعتبار — معنے عفو رحمت پروردگار چیست
زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست — تا در میان خواستۂ کردگار چیست۔

زیب النساء بیگم

بالیدہ بہار آب رواں ایں خمار چیست — دلبر بکام و بادہ بکف انتظار چیست
فرصت شمر غنیمت و داد نشاط دہ — حیران ایں خیال ز انجام کار چیست
ممکن چو نیست دیدن آئینۂ مراد — چندیں نشد کاین از ستم روزگار چیست
بہر دو روزہ عمر گرامی مدہ بباد — اندیشہ ہائے باطل ایں کار و بار چیست

گر خون دل ز دیدہ تر اشکم نداشتی	سیلاب خون ز دیدہ مرا در کنار چیست
اے دل اگر بدشمنِ محبت زبون نئی	چوں بیدلاں بدرد دلت اضطرار چیست
مخفی بقدر طاعت ما گر عطا کنند	در روز حشر رحمت پروردگار چیست

گو ایک ایک دو دو غزلوں کے مقابلہ کرنے سے مساوات اور برابری کا
حکم لگایا نہیں جاسکتا تاہم جب ایک عورت کے کلام کا اور عورت بھی وہ جسنے
ہندوستان میں ہی نشوونما پائی ہو اور جو کچھ سیکھا اسی جگہ سیکھا مرد کے کلام
سے موازنہ کرتے ہیں۔ تو اسے ہر طرح کی رعایت کا مستحق سمجھتے ہیں لیکن
یہاں ہم کسی کی طرفداری نہیں کرینگے اور جو کچھ رائے دینگے وہ بلا طرفداری ہوگی۔
ناظرین کو معلوم ہے کہ حضرت حافظ صاحب رحمت اللہ علیہ کا کلام کس
درجہ کا ہے اور اسنے کتنا کچھ پایہ حاصل کیا ہے اور خصوصاً سارے دیوان میں سے
حافظ صاحب کی "دل میرود زدستم الخ" اور "غم میکند فزونی الخ" کا مقابلہ
کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں صورتیں ایک شکل کی ہیں اور دونوں
کی ایک ہی زمین ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک مطلب کو دونوں نے جدا جدا
ادا کیا ہے۔ حافظ صاحب رحمت اللہ علیہ کا مصرع

دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

جس لطافت اور خوش اسلوبی کے ساتھ متکلم کی حسرت کا فوٹو کھینچ سکتا ہے
اس سے بہتر کوئی اسلوب سمجھ میں نہیں آسکتا تھا مگر زیب النساء بیگم کا شعر

غم میکند فزونی ای دوستاں خدا را — شاید نہفتہ ماند ایں راز آشکارا

بھی حسن بیان اور بلاغت میں تقریباً ویسا ہی اعلے درجہ کا ہے جیسا حافظ رحمۃ اللہ
صاحب کا۔ حافظ صاحب تاسف فرماتے ہیں کہ راز نہاں آشکارا ہوا چاہتا ہے
اے دوستو خدا کے واسطے مدد کرو جس سے استدعا اور مدد کی درخواست ظاہر

ہوتا ہے کہ زیب النساء کے شعر میں ایک خوبی اور بھی زیادہ ہے اس میں علاوہ
درخواست کے نتیجہ سے بھی اطلاع دیدی ہے کیونکہ کہتی ہے کہ اگر کوشش کرو
تو شاید راز نہفتہ ہی رہے :-

اس سے کسی پر حرف گیری کرنا میرا مقصد نہیں - اور نہ زیب النساء بیگم کے
کلام کو حافظ کے کلام پر ترجیح دینا- دیوان حافظ ایک ایسی کتاب ہے جسے لسان
الغیب کہا جاتا ہے اور مقبول جہاں ہے - شستگی زبان کے لئے اسے مستند
اور معتبر مانا جاتا ہے تاہم موازنہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مخفی کا کلام بھی مقابلہ
میں کمتر نہیں ہے اور اسکو بھی زبان کی حیثیت سے وہی رتبہ دیا جاتا ہے جو
مقدم الذکر کو + دوسری غزل جس کا مطلع

خوشتر ز عیش صحبت باغ و بہار چیست   ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

ہے - واقعی لطافت مضامین کے باعث لاجواب ہے جس کے پڑھنے سے ظاہر
ہو رہا ہے کہ باغ ہے - بہار ہے - شیرۂ شیراز موجود ہے - اور ایک ایرانی کسی
کے انتظار میں بے قرار ہے - آنکھیں دروازہ پر لگی ہوئی ہیں - مگر اب بیقراری
حد سے گذر گئی ہے اور کسی کو کہ رہا ہے کہ - ع

ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

واقعی ایک حسرت زدہ اور مضطرب کے ارمانوں کا فوٹو ایسا ہی ہوتا ہے لیکن
جب ہم زیب النساء کے مطلع کو دیکھتے ہیں تو اس میں ایک اور لطف حاصل ہوتا
ہے وہ کہتی ہے باغ بھی ہے - بہار بھی ہے ساقی بھی ہے - پیالہ ہاتھ میں
لئے سوئے ہے اب کس کا انتظار ہے جلدی ہو -

گو کہی ہوئی غزل پر کہنا آسان ہے پھر بھی جو لطافت یہ پیدا کر جاتی ہے
تڑپا دیتی ہے :-

مرزا محمد علی صاحب المتخلص بہ صائب ہمعصر تھے اور عموماً زیب النسا کی غزل پر غزل کہتے تھے ان کی دو غزلیں بھی لکھی جاتی ہیں اور انصاف پر کلام کا اندازہ ہو سکتا ہے :۔

مرزا محمد علی صاحب

در حریم پاکبازی بوریا یار نیست — فقر را با نقش بندانِ تعلق کار نیست

عشق عالم سوز را با کفر و ایمان کار نیست — گردن ما در کمند سبحه و زنار نیست

کاسۂ منصور خالی بود پر آوازه شد — ورنہ در میخانۂ وحدت کسی ہشیار نیست

ما سبکروحاں مدارا با رفیقاں میکنیم — ورنہ بوے پیرہن را کارواں درکار نیست

بیقراراں بے نیاز از کعبہ و بتخانہ اند — ریگ را در قطع راہ ہرگز بمنزل کار نیست

در پس دیوار محرومی گریباں میدرم — گرچہ محرم تر ز من کس در حریم یار نیست

ہر کہ پیراہن ببدنامی درید آسودہ شد — بر زلیخا طعن ارباب ملامت عار نیست

بر نیاید صرصر با مژگانِ خواب آلود او — ہیچ جوہر مانع ایں تیغ لنگردار نیست

ہر رگ جانہا نہ پیچد تا پریشاں نیست زلف — نبض دلہا را نگیرد چشم تا بیمار نیست

توبہ ہم صحبتاں در خاطر ما یار نیست — راہ امن بیخودی را کارواں درکار نیست

کہ بتواند ز دیوار جذب کاہ کرد — جذبۂ توفیق را با تن پرستاں کار نیست

طوطی از آئینہ میگویند سے آید بحرف — چوں مرا دیش رو لیش زہرۂ گفتار نیست

میزند ہر قطرہ باراں چشمکے بر ساقیاں — کیں چنیں روز جز پیمانہ بر سرشار نیست

میتواں بر سینہ بے کینۂ من روی دید — خانۂ آئینہ ام در بستۂ زنگار نیست

پیش ما صائب کہ رطل خسروانی میزنیم — گنج باد آورد غیر از آب گوہر بار نیست

نواب زیب النساء بیگم

بت پرستانیم با اسلام ما را کار نیست
غیر تار زلف ما را رشتهٔ زنار نیست

پیش ازیں اے عقل بر من طعن هشیاری مزن
زانکه مستان محبت را ملامت عار نیست

موسئی باید که پای دل نهد بر دار عشق
بوالهوس بنشین که راه کوچه و بازار نیست

همدمی گر نیست ای دل روز محنت گو مباش
مونس زندانیان را بهتر از دیوار نیست

آشنایان را چه پیش آمد مروت را چه شد
گر وفائی آشنائی در جهان آثار نیست

لذت درد محبت را نبیند وای هیچ
قدر نعمت را نداند هر که او بیمار نیست

صبحدم باد صبا می گفت با مرغ چمن
ناله را تأثیر نبود گر دل افگار نیست

زاده دردیم و از خون جگر پرورده ایم
کوه تا سی غم اگر آید جوی آزار نیست

مخفیا گر وصل خواهی با غم هجران بساز
کاندرین گلزار عالم یک گل بی خار نیست

میرزا محمد علی صاحب

نیست آسان خوان نعمت های الوان ریختن
بر گریزان مکافات است دندان ریختن

سالها گل در گریبان تنگی چون نوبهار
قطره‌ئی هم اشک می باید بدامان ریختن

تلخی منت حلاوت میبرد از مغز جان
آبرو نتوان برای آب حیوان ریختن

میتواند بلبل ما از غبار بال و پر
در گریبان خزان رنگ گلستان ریختن

آن قدر موج حلاوت از دهان او که مور
میتواند قندها از شیرهٔ جان ریختن

نقد جان صائب چرا از تیغ او دارم دریغ
از مروت نیست آبروی مهمان ریختن

زیب النساء بیگم صاحبہ

کار مستوقاں نمک بر زخم پنہاں ریختن — کار عاشق خونِ خود در پائے جاناں ریختن

نیست آں پنجہ بر زلف پری رویاں زدن — خونِ دل از دیدہ میباید بداماں ریختن

گر نہادم داغِ شفقت بر جگر معذور دار — باغباں را میرسد گل در گریباں ریختن

[illegible] — [illegible] ریختن

ملا عبدالغنی صاحب بھی ہمعصر تھے - اُن کی اور زیب النساء بیگم کی ایک ایک غزل لکھی جاتی ہے جس سے دونوں کے زورِ کلام کا اندازہ ہو سکتا ہے :۔

ملا محمد طاہر صاحب غنیؔ

از نگاہم نیست مطلب غیر حسنِ چہرۂ دوست — میروم از اشتیاق افتاں و خیزاں سوئے دوست

ماہِ نو نتواند از روئے خجالت شد سپید — چوں سیاہی میکند از گوشۂ ابروئے دوست

توتیائے چشم مہ جز پرتو خورشید نیست — تا بنور دوست می بینم حسن روئے دوست

چہرۂ خود گرچہ ماہ از چشمۂ خورشید شست — گرد خجلت بر رخش ہست از صفائی روئے دوست

یک نفس بنشیں غنیؔ غافل ز دامنگیریش — تا نگردی خاک ہرگز برمخیز از کوئے دوست

زیب النساء بیگم صاحبہ مخفیؔ

رہ چہ خوش باشد کہ بینم بار دیگر روئے دوست — در سجود آیم بہ محراب خم ابروئے دوست

هر نفس از رشتهٔ کارم کشاید صد گره | پنجه گر بیگره زنم چون شانه گیسوی دوست
غنچهٔ دل بشگفد در سینه چون گل در چمن | دیدهٔ دل را کند روشن نسیم بوی دوست
دیدهٔ یعقوب گر روشن شود نبود عجب | مژدهٔ وصلے گر آرد قاصد از کوی دوست
باده را لبریز کن ساقی و صحبت بر شکن | تا لب کاسے دل نشینم [illegible] بوی دوست
جوئے خون آرد بجائے شیر خسرو کوهکن | بشنو از بیستون گر شمه از بوی دوست

عاقل صاحب

عاقل کا کلام بھی اچھا ہے۔ مگر افسوس زمانے نے قدر نہ کی اور اس مرحوم کا کلام نہ چھپا اور نہ کسی نے سنبھال کر ہی رکھا۔ گو اس کا ذاتی کمال تعریف اور شہرت سے بے نیاز رہے مگر چند روز کے بعد سوا افسوس کے اور کچھ ہاتھ نہ آئیگا آج ہی یہ نوبت ہے کہ دو غزلیں بھی مکمل ہاتھ نہ لگ سکیں جو اس کتاب میں درج کی جاتیں ہاں ایک شعر ملا ہے۔ جو تبرکاً ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے ایک مرتبہ زیب النساء نے لکھا تھا۔

گرچہ من لیلیٰ اساسم دل چو مجنوں در ہواست | سر بصحرا میزنم لیکن حیا زنجیر پاست

اس کے جواب میں عاقل نے لکھا

عشق تا خام است باشد بستہ ناموس و ننگ | پختہ مغزان جنوں را کے حیا زنجیر پاست

جواب الجواب

پاکبازان محبت را حیا باشد مدام | چوں تو مرغ بے حیا را کے حیا زنجیر پاست

زیب النساء بیگم نثر بھی بہت فصیح لکھتی تھی۔ ایک رقعہ کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے اسکی لیاقت کا کافی طور پر اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ رقعہ اس نے مرشد کے نام ہے اور خاص اس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے یہ رقعہ مفتی عصمت اللہ صاحب کے کتب خانہ میں موجود تھا اب وہ کہنے

ہیں کہ تھوڑا عرصہ ہوا - میر بخشش علی صاحب انسپکٹر ریلوے کو بطور تحفہ دیا گیا ہے ؛

خط ہذا

نقطہ پرکار تدویر وجود ہفتم - خط محیط صفحہ فلک ہشتم
حضرت پیر من ظلکم ابدا ربہ - مردان خدا و در رسیدہ
زیب النساء فرمانے کہ وارد پا یانے ندارد اگر از تجرید
خود وم نخرید نم رو است - من کہ بصورت گرفتار
نہ بمعنے خبردار - بالب و مساز ہمچو نے گفتنیہا گفتمے ٥
آنکہ رواز ہمزبانی شد جدا   بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا

حررہ زیب النساء

قطعات و رباعیات

زیب النساء بیگم کی رباعیات میں کوئی خصوصیت نہیں جس کا ذکر کیا جاوے - سب میں حسن اور عشق یا پند و نصائح کا مضمون ہے ذیل میں چند قطعات اور رباعیات جو سرسری نظر میں اچھی معلوم ہوئیں نقل کی جاتی ہیں ؛

رباعی

اے آب نثار لو چہ گر از بے چیستی		چین بر جبیں فگندہ ہم از بہر چیستی
در دست چہ دید بود کہ چو من تمام شب		سر را بسنگ میزدی و مے گریستی

رباعی

واے بر شاعران نادیدہ　　غلطے خود بجو پسندیدہ
سرو را قد یار مے گویند　　سرو چوبے است ناتراشیدہ

رباعی

خانہ بتخانہ داشت ابراہیم　　لیو ابلیس را بگرو دل راہ
بعنایت نگر کہ آخر کار　　این لعین گشت وآن خلیل اللہ

رباعی

ساقی بدوان مے کہ نشاط انگیزد　　از جوش و خروش او خرد بگریزد
یک قطرہ چو محتسب برشید ساقی　　خواہد کہ بجام شرع خونش ریزد

رباعی

بشیرینی وقت غنچہ را گفتار باستی　　با مہ تابان قد سرو را رفتار باستی
چنین دردیکہ من دارم طبیبم یار باستی　　بجائے شربت قند لب دلدار باستی

فرد

ہر دم آزردگی غیر سبب را چہ علاج　　مانند نسیم ز لطف تو غضب را چہ علاج

فرض کردم کہ بیاد تو دلم خورسندم / لیکن این دیدۂ دیدار طلب را چہ علاج
آنچہ بر دل گذرد از غم ہجر تو مرا / یک بیک شرح دہم لیک ادب را چہ علاج
میتوان عشق نہان داشت بمردم لیکن / زردئے رنگ رخ و خشکئی لب را چہ علاج

رباعی

ہرچہ فوارۂ سیماب بجوش است امشب / وقت میخواستن و رخصت ہوش است امشب
نامہ از جانب فرہاد بشیرین ببرید / کہ برائے تو ہوا شیر فروش است امشب

قطعہ

ہردم زدور لعل تو دیدن چہ فائدہ / دیدن نبات زہر چشیدن چہ فائدہ
خوب آں بود کہ بر رخ خویش نظر کنی / ورنہ ز غیر وصف شنیدن چہ فائدہ
مخفی ز دست یار چرا جامہ میدری / جاں پارہ ساز جامہ دریدن چہ فائدہ

رباعی

نہ جگرم خوں نہ سینہ چاک شدیم / سوختیم آں قدر کہ خاک شدیم
جانفشانی نہ بود بیہ دشوار / مژہ بر ہم زدیم پاک شدیم

دیوان مخفی

اے ز ابر رحمتت خرم گل بستان ما
گفتگوے حرف عشقت مطلع دیوان ما

مو بموے ما انا الحق گو ز شوق دار بلند
تشنۂ خونِ محبت تا بہ پنہان ما

العطش گویاں بکشتی رفتہ ہر گوشۂ
صد ہزاراں نوح غرق موجۂ طوفان ما

گو قبول افتد ز ما در زندگی یک جو نیاز
چوں سلیماں سر نہ پیچد دیو از فرمان ما

قطرۂ اشکے نیابد رہ بسوے او اگر
خونِ دل چوں شد گہر ہر بہر سر مژگان ما

در شکیبائی چو نے ایدل بہ آہ و نالہ ساز
نیست چو درماں پدید این درد بیدرمان ما

گر ز ظلمات ہوس بیروں نہم مخفی قدم
رہ نیابد خضر سوے چشمۂ حیوان ما

خواہم کشم بدیدۂ آں خاک آستاں را
یا بوسہ زلب دہ آں پاے پاسباں را

پوشیدہ جذبۂ عشق در من تب محبت
سلطاں لباس فاخرہ بخشد ملازماں را

تا کے بزعم دشمن در امتحاں عتابم
لشنام بہتر کہ زیں یارانِ جانفشاں را

آخر دہد بطوفاں بنیاد خانہ خویش
مرغ نظر چو بیند پر آب آشیاں را

مفروش دیدہ ارزاں گوہر بخاطر دل
یاراں روا ندارند بر دوستاں زیاں را

بر حال زار بلبل رحمے کرشمہ کن گل
شاہاں کشیدہ بہر گدا عناں را

دادت خدا اے مخفی دُرِّ سخن بہ مخفی
زیں گو نہ نیست دُرّے در سینہ بحر و کاں را

گرچہ من لیلی اساسم دل چو مجنوں در ہواست
سر بصحرا میزنم لیکن حیا زنجیر پاست

بلبل از شاگردیم شد ہمنشینِ گل بباغ
در محبت کاملم پروانہ ہم شاگرد ماست

در نہاں ہم تیم ظاہر گرچہ رنگ ناز کم
رنگ من در من نہاں چوں رنگ سرخ اندر حناست

بسکہ بار غم بروں انداختم بر روزگار
جامہ نیلی کرد اینک بیں کہ زیست اودو ماست

دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام
زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النساست

ہر کہ [illegible] ملامت ہمچو مجنون خو گرفت
پیش ارباب نظر چون گوہر آب رو گرفت

[illegible] بیابان وحش و طیر
دست اعجاز محبت گردن آہو گرفت

[illegible] صد خضر [illegible]
لیک الفت چشم گریان با سر زانو گرفت

پادشاہ حسن [illegible] اسیر قید زلف
تیرہ روزی آفتابے را بدام مو گرفت

آرزو [illegible]
مرغ دل ما آشیان سنبل گیسو گرفت

عاقبت از بیوفائی ہاے چرخ کج خرام
مخفی بیچارہ رفت و از جہان یکسو گرفت

اے کہ از زلف سیہ بر رخ نقاب انداختی
آتش در سینہ جانم کباب انداختی

بے قراری موج سیماب رخت [illegible]
عکس رخسارت مگر بر روی آب انداختی

از نگاہت آب می [illegible]
شوخی نگاہے دل ربائے از شراب انداختی

تا چراغ گل ز عکس شمع رخ افروختی
بلبل و پروانہ را در اضطراب انداختی

تا دل ویران من تخم محبت کاشتی
چشم معموری برین ملک خراب انداختی

راہ خوابم زد خیالت در لباس شب روی
از خیال صد خلل در کار خواب انداختی

[illegible] خورشید عالمگیر [illegible]
سایہ تا مثل ہما بر آفتاب انداختی

معصیت [illegible] از غفلت [illegible]
در خطائم عاقبت بہر ثواب انداختی

گشت مخفی عاقبت [illegible]
کشتی امید [illegible] موج آب انداختی

قصیدہ در بیان تصوف [illegible] عشق انگیز

ز مستی گر بروں آئی مراد جسم و جاں بینی
زہماں گرد و ریشں صد داغ دلداری ہماں بینی

مرا از موشگافیہات ای دل حیف می آید
کہ مس را کیمیا دانی سخن را ارمغاں بینی

زر ناقص عیارت را دریں بازار فروشی
کہ زر را با محک در دست بروے امتحاں بینی

چو مرداں بر سر مرداں ناکامی تحمل کن
کہ تقدیر الٰہی را چو جور آسماں بینی

چہ کام دل شود حاصل عشق غافل ز ناکامی
ز روز غم بیاد آور چو خود را شادماں بینی

زباں در کام ہمت کش و پا در صبر در آں
کہ تیغ ملک دل در جوہر تیغ زباں بینی

خجالت روشنی در دیدۂ بینائی دل گیرد
سر موئے بخود بینی خود گرد بتاں بینی

ترا گر سد جگر باشد نخود بند جگر خوارست
محال ست اینکہ میخواہی ازاں کافراں بینی

برائے خاطر ایں نفس کافر ہیچ پروا نہ
بر آتش میزنی خود را در آتش گرماں بینی

چناں مشتاق عصیانی کہ نامہ جدنو میدت
اگر بینی ز سعادت گر سعادت رازیاں بینی

تو گر دولی ہمتے در اوج صحت بال بکشائی
ہمای اوج راحت را کجا در آشیاں بینی

بخون آلودہ داماں عصمت را میخواہی
بایں آلودگی از آتش دوزخ اماں بینی

ز غفلت رو بگردانی ز پاسے لذت طاقت
سر اخلاص خود را زیر دست آشیاں بینی

بدار وے پشیمانی علاج چشم کج بیں کن
کہ شاید بے حجاب دست روے آستاں بینی

ز حال خود مشو غافل کہ مرداں [illegible]
بقا را در بہار بیابی فنا را ترک جاں بینی

ز دانش گر نشاں داری ملن انشای راز دل
کہ چوں منصور سر را بر سر دار زیاں بینی

بزنداں خانۂ تن بے ہم صحبت بہراں سکانجا
قضائے قبلۂ صحبت بہ از باغ جناں بینی

بعزم نیستی یکدم گر ز ہستی بیروں آئی
دلت را در طواف کعبۂ روحانیاں بینی

بیروں آئی اگر از خود چو نور چشم نابینا
سرائے تختۂ ہستی مکاں در لامکاں بینی

خرابی جہاں چوں [illegible] از آتش نفس ہست
ازیں آتش جہاں اندر جہاں [illegible] بینی

وجودم را عدم [illegible] خطا کردی
وجود پشہ را کمتر از فیل دماں بینی

برون کن پنبه از گوش و بگوش دل سخن بشنو
غزل گفتی و در سفتی و لے با من بگو تا کے
ہوائے وصل تو دانند دانم دوستان تو...
دلم دیوانه میگردد چو می بینم ترا غمگیں
توئی سلطان بیداد و منم مظلوم سرگردان
غرض اینست چشم را ز خوناب جگر خوردن
دریں شیون مزن ہرگز تو از خونریزئے گردون
خرد را خاک بر سر کن که رسوای جنون گردد
بدرد مفلسی خو کن مشو شرمنده ہمت
ہوائے راحت ار داری برون از دور عالم شو
بزعم دوست یا دشمن شگفته ہمچو گل بنشیں
عبث سرگشته وادی شد آن مجنون بیچاره
من از دل داغ میخواہم تو دل از داغ میخواہی
نه واقف تو از راز نہان عالم بالا
در و گوہر بجسم خویشتن بر کید گر باشد
تو از ملک خراسانی با صفہان ار وطن داری
ہوائے سنائیت داری قدم در راه محنت نه
ز نور دیده اے چشم طلب گنجا اگر خواہی
مرو در کشور ظلمت که بس امر محال است ایں
نہاں در موجهٔ دریا ترا چو بنده غواصان
بپرید از آشیان زندگی طائر عمرت

بہر مجلس ز واعظ انتقامش درمیان بینی
طلوع عمر را سر فرزندان قر قسدان مبینی
تو روے دشمنانت را بزعم دوستان بینی
چه خواہد شد ترا گر جانب ایں مہربان بینی
تو خورشید جہاں باشی مرا خفاش جان بینی
که در ہر قطرهٔ اشکے بہار ارغوان بینی
بچشم امتحاں گر سوئے گلزار جہاں بینی
جنوں را تاج بر سر نه که کام دل از آن بینی
ملائک را اگر بر خوان حاتم میہمان بینی
محال است آنکه در عالم تو راحت گر چنین بینی
غبارے خاطرے ہرگز ز ابناے زمان بینی
طلبگار محبت را مکان در لامکان بینی
من آتش در دخان بینم تو در آتش دخان بینی
از آن ایں پرتو خورشید را در آسمان بینی
بچشم تربیت روزے اگر در سجده کان بینی
بخواب شب اگر درد و غم ہندوستان بینی
که سر خار کف پا را درفش کاویان بینی
رخ آئینه مقصود اسرار نہان بینی
که حسن رومیان را در نقاب زنگیان بینی
تو میخواہی که بے ملاح خود را بر کران بینی
تو چون صیاد نابینا بزیر آشیان بینی

ندارد طاقت دیدار حسن یار ہر دیدہ
ہماں بہتر کہ ایں آئینہ را در عکس آں بینی

ز ہمت گر بپرو بالے کشائی در چمن بلبل
بہار صد گلستاں را نہاں در رنگ گلے بینی

برو آئینۂ دل را بآب دیدہ صیقل کن
کہ احوال دو عالم را دراں یکیک عیاں بینی

ز تیر غمزۂ جادو بگرداں گوشۂ ابرو
کہ مر جاودانی در خدنگ ایں کماں بینی

مکیدن چند چوں طفلاں سر پستان کلفت را
تو شیر عافیت در سینۂ دوشیزگاں بینی

مطلع ثانی

چہ دیدی نفع در شادی کہ داغش بوستاں بینی
چہ نقصاں دیدۂ از غم کہ بستانش خزاں بینی

چراغ دیدہ روشن کن دریں بستاں سراے دل
کہ خون چشم بلبل را بہار مہرگاں بینی

جرس را ہمرہ او گرداں چو از نالہ اثر یابی
شتر آہستہ تر سیراں کہ چوں محمل گراں بینی

بہ نفرت آشنا گردی بعیب خود شوی بینا
بچشم دل اگر در روزگار مردماں بینی

کشے در دیدۂ ہمت اگر داروے بینائی
درون پردۂ وحدت ہمہ نقش جہاں بینی

بہ بینی غیر رسوائی نہ یابی حرف دانائی
اگر در صفحۂ جزوی کتاب عالماں بینی

چو مجنوں رو بوادی کن ز درد دیگر اے مخفی
کہ با دلبر دریں وادی عنایت ہم عناں بینی

برو از پردۂ دانش بدر آ ز صورت بینش
کہ در ہر گوشۂ خلوت صد اسرار نہاں بینی

اگر چشم تماشہ را نقاب از چہرہ برداری
متاع دینی و دنیا مہیا پیش ازاں بینی

اگر دانی چہ میگوید بتو در وقت گفتارش
زبانش را سراسر دل دل او را زباں بینی

لباس فقر پوشیدن ترا وقتے سزاوار است
کہ دلق کہنہ پوشاں را نقاب راستاں بینی

بروئیت گر دلش گردوں در اندوہ نگشاید
اگر دانشوری باید کہ بہبود اندراں بینی

مسر صرافیے داری بیا زار جہاں باید
رواج ایں دکاں را مختصر در نقد جاں بینی